حضرت سلیمان علیہ السلام

ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ

Marfat.com

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام

ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ

نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

Marfat.com

Marfat.com

دانش، سرمد، فارد، آمنہ

اور

شاہد کے نام

Marfat.com

۲۹۷٫۶۹۳
ط ۸۹ س
10/224
۲ س

جملہ حقوق محفوظ

(c) کاپی رائٹ این بی ایف 2006: حضرت سلیمان علیہ السلام

مصنف : ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ

سال اشاعت: 2006ء

تعداد: ایک ہزار

قیمت: -/45روپے

طابع: صمراز پرنٹرز، راولپنڈی

ISBN : 969-37-0223-9

نیشنل بک فاؤنڈیشن

اسلام آباد

راولپنڈی۔لاہور۔ملتان۔فیصل آباد۔واہ کینٹ۔بہاولپور۔کراچی۔حیدر آباد۔سکھر۔نواب شاہ
لاڑکانہ۔جام شورو۔جیکب آباد۔پشاور۔ایبٹ آباد۔کوہاٹ۔ڈی آئی خان۔بنوں۔کوئٹہ

Marfat.com

DATA ENTERED

ترتیب

ا۔

ا۔ پیش لفظ.................علامہ نور حسین ۷

ا۔ جواز........................ ۹

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام.................. ۱۵

۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام.................. ۲۶

۴۔ لشکر سلیمان علیہ السلام، شاہ مور، منطق الطیر ۳۰

۵۔ ملکہ بلقیس سبا، ہُد ہُد.................. ۳۸

۶۔ ہُد ہُد بحیثیت مہندس (انجنیئر).................. ۵۳

۷۔ نقش سلیمان علیہ السلام.................. ۵۴

۸۔ تختِ سلیمان علیہ السلام.................. ۵۶

۹۔ گھوڑوں کی دیکھ بھال، تسخیر ہوا.................. ۵۸

۱۰۔ جادو کے علم کا الزام.................. ۶۴

۱۱۔ فن تعمیر.................. ۶۸

۱۲۔ وفات.................. ۸۲

Marfat.com

حرف تشکر

جناب علامہ نور حسین

Marfat.com

پیش لفظ

انبیائے کرام وہ ہستیاں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فضیلت عطا فرما کر نسلِ انسانی کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔

انبیائے کرام کی بعثت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد ﷺ پر مکمل ہوا۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبیؐ اور قرآن مجید آخری کتاب ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت اور قرآن کی ہدایت کا دور قیامت تک ہے۔ ہمارے پاس سابقہ انبیاؑ کے احوال معلوم کرنے کا مستند ذریعہ قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید میں کل چھبیس انبیائے کرام کا ذکر ہے، جن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام بھی آتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''حضرت سلیمان علیہ السلام'' کا مختلف مقامات سے میں نے مطالعہ کیا ہے۔ جس میں محترمہ ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشوں اور معجزات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ بلاشبہ ذکرِ انبیاؑ ایک عبادت ہے جس سے ایمان کو جلا اور روح کو غذا ملتی ہے۔

کتابِ ہٰذا کے ماخذ قرآن مجید اور مستند کتب تفاسیر ہیں۔ کتاب کا اسلوب محققانہ اور حکیمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ سلیس اور دل نشیں بھی ہے۔ اس کا ہر ہر لفظ

Marfat.com

قاری کے دل ودماغ میں اترتا چلا جاتا ہے۔

امید واثق ہے کہ اہلِ علم اور عام قارئین اس سے یکساں استفادہ کرسکیں گے۔

دُعا ہے کہ اللہ جلّ مجدہ، ڈاکٹر صاحبہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

اور ہمیں انبیاؑ کے اسوہ کی پیروی کرنے کی توفیق بخشے...... آمین ثم آمین!

علامہ نور حسین
ناظم اعلیٰ جامعہ بہارِ مدینہ
G-10/4، اسلام آباد

Marfat.com

جواز

تجسس، تحقیق، کھوج، تلاش اور جستجو انسانی سرشت میں داخل ہیں اور انسانی ذہن کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ زمانہ ماقبل تاریخ کا انسان جو پتوں سے تن ڈھانپا کرتا تھا۔ کھلے آسمان تلے زندگی بسر کرتا اور شکار پر اس کی گزر بسر تھی، وہ بھی ان جذبوں سے آشنا تھا۔

کہانی کہنا قدیم ترین فنون میں سے ایک کہ قصہ گوئی کی عادت اور روایت دنیا کے ہر خطے کی تہذیب میں موجود رہی ہے اور کہانی کی سب سے بڑی صفت، اب کیا ہوگا، پھر کیا ہوا، کہانی کون سا موڑ کاٹے گی، کردار کیا رُخ ادا کریں گے۔ الف لیلیٰ کی ہزار داستانوں کے پیچھے بھی یہی تجسس، یہی جستجو کارفرما رہی۔ دنیا کی ہر زبان کے قدیم ادب میں داستان کا وجود سب سے اہم ٹھہرتا ہے۔

داستان کیا ہے؟

محیر العقول، مافوق الفطرت، غیر معمولی واقعات کا ایسا تسلسل جو انسان کو اپنی گرفت میں یوں لیتا ہے کہ وہ خود کو اسی دنیا کا ایک حصہ سمجھنے لگتا ہے کہ انسان اپنے تشنہ خوابوں اور ناآسودہ خواہشوں کی تکمیل ان کہانیوں میں پاتا ہے۔ جن و

Marfat.com

پری، دیوی و دیوتا، وحوش و طیور ہوں یا بہادر ونڈر، جری اور طاقتور انسان، ان سے سرزد ہونے والے واقعات اور فتوحات میں وہ خود کو شامل سمجھتا ہے اور یوں مافوق الفطرت دنیا اسے اتنی ہی حقیقی معلوم ہونے لگتی ہے جتنی کہ اس کے گرد و پیش کی دنیا۔ انسان کا بچپن انھی کہانیوں سے رنگین اور خوبصورت ہوتا ہے۔ بچپن گزرنے کے باوجود بھی وہ اس دور سے قطع تعلق نہیں کرتا۔

ان کہانیوں کی فضا اس کی اپنی دنیا سے مماثل بھی ہے اور مختلف بھی۔ ان چیزوں کے بیان میں جو اُن دیکھی ہیں، غیر معمولی ہیں۔ وہ کہانی کے اس موڑ کو سمجھنے کے لیے اپنے ذہن و تخیل سے مدد لیتا ہے۔

کوہِ قاف کا وجود دنیا کے نقشے پر ہو نہ ہو، اس کے تخیل میں اس کے تمام خدوخال موجود ہیں۔ وہ کرداروں کے دکھ محسوس کرتا ہے، ان کی خوشی اس کے لیے باعث اطمینان ہے۔ وہ ان کے شر سے نفرت کرتا ہے۔ ان کے نیک اعمال کو سراہتا ہے یوں کہانی غیر محسوس طریقے سے اس کی اپنی شخصیت کی تشکیل و تعمیر میں ایک خاموش کردار ادا کرتی ہے۔ وہ ہر چیز، ہر جذبے اور ہر واقعے کو اپنے احساسات و مشاہدات کی روشنی میں پرکھتا ہے۔ وہ جانوروں کو دیکھتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی انسانوں کی طرح کی مخلوق ہیں اور جس طرح انسان مختلف جذبہ و احساس رکھتا ہے، یہ بھی جذبہ و احساس سے عاری نہیں اور یہ بھی اسی طرح گفتگو کرتے ہیں جیسے کہ انسان۔ وہ اِن قصہ کہانیوں میں پرندوں اور جانوروں کو بولتا ہوا دیکھتا ہے۔ بندروں کا انسانوں کی طرح نصیحت آمیز طویل تر لیکچر دینا، شہزادے کی جان کا طوطے میں

Marfat.com

ہونا، مینا کے سر سے کیل کے نکلتے ہی شہزادی کا نمودار ہو جانا، بوتل کے جن کا ناقابل یقین کارنامے سرانجام دینا، خوفناک اژدہوں کے منہ سے اُگلتی آگ کا بستیوں کو جلا کر راکھ کر دینا، شہزادی کا مدتوں سویا رہنا، شہزادے کا مشکل مہمات سر کر کے اس تک پہنچنا اور نجاتِ دہندہ ثابت ہونا، عجیب اور محیر العقول طاقتوں سے مقابلہ کرنا، جادوئی قالین پر مہینوں کا سفر گھنٹوں، منٹوں میں طے کرنا، شہزادے کا طاقتور جنوں، دیوؤں سے مقابلہ کرنا اور انھیں بچھاڑنا، جرأت و ہمت، طاقت و قوت، الوالعزمی اور بلند حوصلگی کا مظاہرہ کرنا اور اپنے مقاصد میں فتح یاب ہونا کہ یہ بھی ایک اُصول رہا ہے کہ داستان کا اختتام کبھی المیہ پر نہیں ہوتا۔

آج کے کمپیوٹر کے عہد میں بچے کس شوق سے کارٹون دیکھتے ہیں اور کارٹون کی ایک خصوصیت سب پر عیاں ہے کہ اس کے کردار کبھی مرتے نہیں، ہمیشہ سلامت ہی رہتے ہیں۔ دیکھا جائے تو ہزارہا صدیوں قبل کہی گئی داستانیں اور قصے کہانیاں آج بھی اتنی ہی مقبول ہیں جتنی کہ پہلے تھیں۔ آج بھی بچے ان مثالی کرداروں کے منتظر رہتے ہیں جو ہزارہا میل کا سفر لمحہ بھر میں طے کر لیتے ہیں، جو جادوئی آنکھ رکھتے ہیں، جو اڑنے اور غائب ہو جانے کی قدرت رکھتے ہیں جو اتنے طاقتور ہیں کہ مدِ مقابل کے بیس بیس آدمیوں کو تنہا تہ تیغ کر رکھ دیتے ہیں۔

اُن کرداروں کو آج کے جدید ترقی یافتہ دور میں پسند کرنے کی کیا وجہ ہے۔ صرف یہ کہ انسان کی فطرت میں جو تجسس ہے وہ اَن ہونی کو ہوتے دیکھنا چاہتا ہے۔ یوں حیرانی کا عمل، غیر معمولی واقعات کا رونما ہونا ان سے آگاہ ہونا، ان سے حظ

Marfat.com

اٹھانا، انوکھے، پُر اسرار اور دلچسپ واقعات، اسے زندگی میں دلچسپی لینے پر مجبور کرتے ہیں۔

غیر معمولی، نا قابلِ فہم اور نا قابلِ وثوق بیانات و واقعات کو کشف بھی کہا جاتا ہے، کرشمہ بھی، کرامات بھی اور معجزات بھی، لیکن اُن تمام ان ہونی باتوں کو ہم ایک مقام پر نہیں رکھ سکتے کہ کشف، کرامات تو اللہ کے نیک بندوں ولیوں، قُطبوں سے متعلق ہو سکتے ہیں لیکن معجزہ صرف اور صرف اللہ کی ذات اور اس کے نبیوں تک محدود ہے۔ ہم جو روز مرہ گفتگو میں اس لفظ کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ یہ احتیاط کا متقاضی ہے۔ کشف و کرامات اور معجزے ان داستانوں کا جزو لاینفک ہیں۔ اساطیری داستانیں ہوں یا دیو مالائی سبھی میں اُن کا عمل دخل ہے۔

اسلامی داستانیں، دیو مالائی داستانوں سے مماثل کم اور مختلف زیادہ ہیں۔ دیو مالائی کہانیوں میں دیوی دیوتا، خیر و شر اور نیکی و بدی کی کشمکش میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں، جبکہ اسلامی داستانوں میں مشیت ایزدی کا بیان ہے۔ بنی اسرائیل نے دیوی دیوتاؤں کی کہانیوں کو مشیت ایزدی میں تبدیل کر دیا۔ ان کی قوم برگزیدہ اور منتخب بندوں سے مالا مال تھی۔ اسلامی داستانوں پر بھی ان اسرائیلی قصوں کا اثر نظر آتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام خدا کے برگزیدہ بندے اور نبیؑ ہیں۔ ان کی ذات باصفات سے بے شمار معجزات منسوب ہیں۔ مافوق العادت واقعات، اشیا، روحانی تجربے، کراماتی واقعے اور کرشماتی موڑ بھی حیرت انگیز ہیں اور انسانی فطرت

Marfat.com

میں موجود ذوقِ تجسس کو اور بڑھاتے ہیں۔

ان کی سوانحِ حیات کا جائزہ لینے کا سبب، یا اس تحریر کا جواز، اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ ہماری نئی نسل جو کمپیوٹر اور ٹی۔وی کے سامنے سے اٹھتی ہی نہیں اور وہاں بھی وہ جنوں، روحوں اور ان کرداروں کی متلاشی رہتی ہے، جو غیر معمولی واقعات انجام دیتے ہیں۔انھیں اپنی تاریخ، تہذیب اور مذہب سے آگاہ کیا جائے اور خدا کے اس برگزیدہ بندے کو اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں عطا کی تھیں، ان سے متعارف کرایا جائے اور بچے کہانی سننے، پڑھنے کے تجسس اور شوق میں اپنے انبیا علیہ السلام کی ذات و صفات سے آگاہ ہو جائیں اور یہ الہامی کلام چھوٹے چھوٹے واقعات اور قصص کی صورت میں تخیل اور جذبے میں اس طرح رچ بس جائے کہ شعوری و غیر شعوری طور پر نئی نسل کی سیرت و مزاج کی تشکیل و تعمیر میں معاون ثابت ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلامی اقدار کے احیا کی آرزو ہی اقدار حیاتِ اسلامی کی بقا کی ضمانت ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق تمام تر بنیادی مواد قرآن پاک کے تراجم اور مختلف تفاسیر سے اخذ کیا گیا ہے۔ بچے جب اس بات سے آگاہ ہوں گے کہ قرآن کریم محض ایک بہت مقدس کتاب ہی نہیں کہ جسے چوم کر، آنکھوں سے لگا کر طاق پر سجا دیا جائے نہ ہی یہ کوئی قوانین و اصول و نظریات کا ایسا ذخیرہ ہے کہ جس میں سوائے گنہگاروں کو لعنت و ملامت اور دوزخ کی وعید اور نیکو کاروں کو جنت کی نوید دی گئی ہے بلکہ اس میں چھوٹے بڑے واقعات سے، قصے کہانیوں سے بھی زندگی گزارنے کے اہم اصول و ضوابط نہایت متاثر کن اور دلنشیں انداز میں سمجھائے

Marfat.com

قرآنِ پاک ڈرنے ڈرانے والی نہیں بلکہ پڑھنے، سمجھنے، سوچنے اور اس پر عمل کرنے کی تعلیمات دینے والی ایسی کتاب ہے جسے عربی میں پڑھنا مشکل نہیں کہ اسے بے شمار بچوں تک نے حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے تو پھر اُردو میں اسے پڑھ کر سمجھنا یا سمجھنے کی کوشش کرنا کیوں مشکل خیال کیا جاتا ہے۔

قرۃ العین طاہرہ

۸۱۱، جی۔۱۰/۴، اسلام آباد

۲۶ مئی ۲۰۰۶ء

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی صلاحیت اور استعداد سے بڑھ کر ذمہ داریاں نہیں سونپتا، لیکن جو اہل ہوتے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے دی گئی امانتوں کا بار نہایت خندہ پیشانی سے اٹھاتے ہیں اور خود کو ان ذمہ داریوں کا اہل ثابت کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انعامات و اکرام بھی ظرف کے مطابق ہی عطا کرتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر اللہ کی طرف سے سونپی گئی نبوت و بادشاہت کی ذمہ داریوں اور اس کی عطا کی گئی نعمتوں پر ہمیشہ ربِ ذوالجلال والاکرام کے شکر گزار رہے اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمیشہ مصروفِ عمل رہے۔ آپؑ بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مبعوث ہوئے، آپؑ کا سلسلۂ نسب گیارہ پشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جاملتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر قرآنِ کریم کی نو سورتوں میں سولہ مرتبہ آیا ہے بعض مقامات پر مختصراً اور بعض جگہ تفصیل سے۔ چنانچہ سورہ البقرہ، النساء، المائدہ، الانعام، الاسراء، الانبیاء، النمل، السبا اور ص میں آپؑ کے حالات و واقعات اور رشد و ہدایت کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر ہے۔

Marfat.com

''اور ہم نے اس (داؤد) کو مضبوط ملک عطا کیا اور حکمت سے نوازا۔ اور حق و باطل کے فیصلے کی قوت عطا کی۔''

(۳۸:۲۰)

حضرت محمد ﷺ سے پہلے بنی اسرائیل میں یہ سلسلہ قائم تھا کہ حکومت ایک خاندان اور نبوت ورسالت کسی دوسرے خاندان سے وابستہ ہوتی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں یہودا کا گھرانا نبوت اور افراہم کا خاندان حکومت وسلطنت سے سرفراز تھا۔ حضرت شمویلؑ کے عہد میں لوٹ مار اور حملہ آوروں کا زور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ بنی اسرائیل نے آپؑ سے درخواست کی کہ آپؑ اپنے بیٹوں کے بجائے کہ وہ شرائط بادشاہت پر پورے نہیں اترتے، کسی اور کو بادشاہ مقرر کر دیجیے جو ظالموں کا مقابلہ کرنے کی طاقت وقوت رکھتا ہو۔ بنی اسرائیل کے اصرار پر آپؑ نے طالوت نامی شخص کو بادشاہ مقرر کیا جو بہت بہادر و جری تھا، جس نے نہایت سمجھداری سے مجاہدین کا انتخاب کیا جو دشمن سے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا۔ یہاں اُن کا مقابلہ جالوت نامی بہت قوی و دیو ہیکل شخص سے تھا۔ لشکر بھی اس کا بہت بڑا تھا۔ طالوت کے مٹھی بھر مجاہدین، جالوت اور اس کے لشکر سے کسی قدر خوفزدہ تھے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت داؤد علیہ السلام منظر عام پر آتے ہیں۔ ایک کم عمر نوجوان جو اپنے باپ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا اور جس کا جنگ سے کوئی تعلق بھی نہ تھا، جس سے شجاعت و بہادری کا کوئی واقعہ بھی منسوب نہ تھا۔ اپنی قوم کو جالوت سے مقابلے میں پس و پیش کرتے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور طالوت سے جالوت کا مقابلہ کرنے کی اجازت چاہی،

Marfat.com

جو با دل ناخواستہ دی گئی۔ مقابلہ برابر کا نہ تھا۔ جالوت نے انھیں اہمیت ہی نہ دی لیکن مقابلے کے آغاز میں ہی جالوت کو آپؑ کی شجاعت و بہادری اور داؤ پیچ کا اندازہ ہو گیا اور وہ وقت بھی آیا کہ جب آپؑ نے جالوت کا سرتن سے جُدا کر دیا۔ یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کی شُجاعت سبھی پر عیاں کر گیا۔

تمام نبیوں اور رسولوں میں حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ صرف حضرت داؤد علیہ السلام ہی وہ پیغمبر ہیں کہ جنھیں قرآنِ کریم میں ''خلیفہ'' کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

حضرت آدمؑ سے حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک نسبت اور بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ رقم طراز ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ عالم بالا میں جب آدمؑ کی وصلب سے ان کی ذُرّیت کو نکال کر پیش کیا گیا تو انھوں نے ایک خوبصورت چمکتی ہوئی پیشانی والے شخص کو دیکھ کر دریافت کیا۔ پروردگار یہ کون شخص ہے؟ جواب ملا۔ تمہاری ذریت میں سے بہت بعد میں آنے والی ہستی داؤد علیہ السلام ہے حضرت آدمؑ نے عرض کیا، اس کی عمر کیا مقرر کی گئی ہے؟ ارشاد ہوا کہ ساٹھ سال۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا۔ الٰہی میں اپنی عمر کے چالیس سال اس نوجوان کو بخشتا ہوں، مگر جب حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت آ پہنچا تو حضرت آدمؑ نے ملک الموت سے کہا، ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں۔ فرشتۂ موت نے کہا۔ آپؑ بھول گئے۔ آپؑ نے اس قدر حصہ

Marfat.com

عمر اپنے ایک بیٹے داؤدؑ کو بخش دیا ہے۔''

(قصص القرآن صفحہ ۹۲)

یوں حضرت داؤد علیہ السلام کی ذات پر، اس دنیا میں آنے سے پیشتر ہی انعامات و اکرام کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور آپؑ نے خود کو ان نعمتوں کا اہل ثابت کیا۔ آپؑ کے ذمے رسالت و نبوت اور حکومت و سلطنت ہر دو فرائض تھے۔ نظامِ حکومت و سلطنت کو درست انداز میں چلانے کے لیے شعور و ادراک کے ساتھ ساتھ شُجاعت و جرأت کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اوصاف بھی آپؑ کو عطا کیے ہیں۔ آپؑ کے عہد میں فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ آپؑ اللہ کی جانب سے دیے گئے احکامات پر پورے طور سے عمل پیرا رہے کہ خُدا کی ہدایت تھی کہ چونکہ ہم نے آپؑ کو زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے اس لیے آپؑ کا بنیادی کام حق و انصاف کے مطابق فیصلہ کرنا ہے اور اس کام کے لیے خواہشات نفسانی کو رد کرتے ہوئے یومِ حساب کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ یعنی امورِ سلطنت کی بجا آوری میں امانت و دیانت کا لحاظ رکھنا اور خُدا کا خوف اور آخرت کی فکر رکھنا لازم ٹھہرا۔ جب نظامِ سلطنت خُدا کے احکامات کے مطابق چلایا جا رہا ہو، وحی کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو آپؑ کی ہیبت، رعب و دبدبہ اور شان و شوکت سے انکار ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کیے گئے فیصلوں سے انحراف کی جرأت جن و بشر میں سے کسی کو نہ تھی۔ پھر ایک صفت اور بھی ایسی تھی کہ جس کی تعریف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

۔''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی ہے اور

Marfat.com

سب سے پسندیدہ روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں۔ وہ آدھی رات سوتے، ایک تہائی رات عبادت کرتے اور پھر رات کے چھٹے حصے میں سو جاتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہو جاتا تو فرار اختیار نہ فرماتے تھے۔ بلاشبہ وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔"

(معارف القرآن جلد ہفتم ۔صفحہ ۴۹۶)

عبادت و ریاضت سے لگاؤ اس قدر تھا کہ ان کی شعوری کوشش تھی کہ دن کے چوبیس گھنٹوں میں وہ خود یا ان کے گھر کا کوئی نہ کوئی فرد عبادت میں مشغول رہے۔ یعنی کوئی لمحہ ایسا نہ گزرے کہ جس میں وہ یا ان کے گھرانے کا کوئی فرد مصروف عبادت نہ ہو، چنانچہ آپؑ نے ایسا ہی نظام الاوقات مرتب کر رکھا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ان کے دل میں احساسِ فخر جاگا اور اپنی اور اپنے گھرانے کی عبادت گزاری پر خوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ توفیقِ عبادت بھی میری ہی عطا کی ہوئی ہے۔ میری مدد شامل نہ ہو تو یہ تیرے بس میں نہیں۔ پھر ایسا ہوا بھی کہ ایک دفعہ جب آپؑ اپنے نظام الاوقات کے مطابق عبادت میں مصروف تھے اور آپؑ کے خاندان کے کسی اور فرد کی عبادت کا وقت نہ تھا۔ آپؑ کی عبادت گاہ میں ناگاہ دو اشخاص دیوار پھاند کر آ گئے۔ آپؑ گھبرا گئے لیکن انھوں نے کہا کہ ہم اپنے ایک مقدمے کے فیصلے کے لیے آپؑ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں جبکہ میرے پاس صرف ایک ہے۔ یہ زبردستی مجھ سے میری دُنبی لینا چاہتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ تیری دُنبی اپنی دُنبیوں میں ملانے کے لیے تجھ

Marfat.com

سے مانگتا ہے۔ بے شک ظلم کرتا ہے۔ یہ وقت آپؑ کی عبادت کا تھا، نہ کہ عدالت لگانے کا۔ آپؑ نے صرف مدعی کا بیان سنا اور فیصلہ سنا دیا۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ مقدمہ معمولی نوعیت کا تھا۔ سبھی جانتے ہیں کہ اس کا کیا فیصلہ ہوگا۔ پھر اتنا اہم بھی نہ تھا کہ فریق دیوار پھاند کر عبادت گاہ میں آ گئے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام جان گئے کہ یہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے تھے، جو آپؑ کا امتحان لینے آئے تھے۔

"پس انھوں نے اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کی اور سجدے میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔"

القرآن: (۲۴:۳۸)

یہاں حضرتؑ کا استغفار جو مذکور ہے اس کا پس منظر اسرائیلیات کی وضاحتوں میں یہ آیا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اپنی ۹۹ بیویوں کے ہوتے ہوئے اپنے ایک ادنیٰ سردار کی خوبصورت بیوی سے نکاح کرنا چاہا تھا۔ اُدھر جب آپؑ کا دھیان گیا تو نادم ہوئے اور استغفار کی۔

نبیؑ گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں پھر بھی استغفار طلب کرتے رہتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی خُدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کا شکر اور اس کی عطا کردہ ذمہ داریوں سے احسن طریقوں سے سبکدوش ہونے کو اپنی صلاحیت و طاقت نہیں بتاتے بلکہ اسے بھی خدا کا انعام اور اس کی مدد تصور کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ استغفار پسندیدہ عمل ہے اس لیے سربسجود ہو کر مغفرت طلب کرتے ہیں اور حق و باطل کے درمیان فیصلے کی قوت کو بھی اس کی عطا جانتے ہیں۔ جیسا کہ اس واقعے سے ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ دو اشخاص ایک بیل پر حقِ ملکیت کا مقدمہ لے کر آپؑ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوئے۔ آپؑ نے فیصلے کے لیے دوسرے دن اُنھیں طلب کیا۔ رات کو خواب میں حکم ہوا کہ دعویٰ دار کو قتل کر دیا جائے۔ صبح جب دونوں حاضر ہوئے تو آپؑ نے مدعی کو قتل کا حکم سنا دیا۔ وہ بہت حیران ہوا کہ بیل بھی میرا اور سزائے موت بھی مجھے ہی سنائی جا رہی ہے۔ بہر حال وہ جان گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی کے ذریعے اصل واقعے کا علم ہو چکا ہے، چنانچہ اسے صحیح بات بتانا ہی پڑی کہ آج رات میں نے مدعیٰ علیہ کے باپ کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ پس اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو قصاص کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے قتل کا حکم نامہ جاری کر دیا۔ اس واقعے کے بعد بنی اسرائیل کے ہر شخص پر آپؑ کی ہیبت اور بڑھ گئی کہ سبھی پہلے ہی آپؑ کی فراست اور عقل و شعور کے قائل تھے۔

''اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور اسے حکمت دی تھی اور بات کا فیصلہ کرنا۔''

القرآن: (۳۸:۲۰)

بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لیے تورات نازل کی جا چکی تھی لیکن قوم شریعتِ موسوی کو فراموش کر کے راہِ ہدایت سے بھٹک چکی تھی اللہ نے راہِ ہدایت کے لیے زبور نازل فرمائی۔ زبور کے لغوی معنوں میں سے ایک پارے اور ٹکڑے کے ہیں۔ اس کا ایک مطلب شیر بھی ہے۔ زبور تختی یا کتاب لکھنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ عربی شاعری میں زبور اور زُبر کتابت، کتاب اور تختی کے معنوں میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔

زبور، تورات کی تکمیل کے لیے نازل کی گئی تھی یوں یہ اسی کا ایک حصہ قرار

Marfat.com

پائی۔ بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو منتخب فرمایا اور انھیں زبور کا تحفہ عطا کیا۔ زبور، حمد وثنائے کبریا سے معمور تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو یہ معجزہ بھی عطا کیا تھا کہ جب آپؑ تلاوت فرماتے تو اس لحن کے باعث پرندے و جانور تک وجد میں آ جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ترتیل کا علم عطا کیا تھا، جس کے باعث پہاڑ اور پرندے ان کی خوش الحان قرأت میں آواز سے آواز ملا کر پڑھنے پر مجبور ہو جاتے۔ آپؑ کی آواز میں وہ نغمگی، مٹھاس اور ایسا زیر و بم تھا کہ شجر و حجر سبھی کو متاثر کرتا تھا۔ ہوا میں اُڑتے ہوئے پرندے رُک جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہاڑ بھی صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کرنے پر مامور تھے۔ کائنات کا ہر ذرہ حمد وثنا کرتا ہے بے شک ہم نہ سمجھ سکیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک رات صحابیِ رسول حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تلاوت کلامِ پاک کر رہے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک سنتے رہے پھر خوش ہو کر فرمایا کہ آج مجھے لحن داؤدی کا کچھ حصہ مل گیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آپؑ ہی کے لحن اور نغمے سے تمام ساز و باجے اخذ کیے گئے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک معجزہ یہ بھی عطا ہوا تھا کہ آپؑ مکمل زبور کی تلاوت اتنی مختصر مدت میں کر لیتے تھے کہ جتنی دیر میں گھوڑے پر زین کسی جاتی ہے۔ یوں آپؑ کا یہ معجزہ حرکتِ زبان سے تعلق رکھتا ہے۔

پیغمبروں کی شان رہی ہے کہ وہ بیت المال سے اپنی خدمات کا معاوضہ یا وظیفہ لینا جائز ہونے کے باوجود مناسب نہیں سمجھتے۔ آپؑ نے اللہ سے کسبِ حلال کی

108229

Marfat.com

درخواست کی کہ اے اللہ تعالیٰ میرے لیے کوئی ایسا ذریعہ بنا کہ جس میں، میں اپنے ہاتھ کی کمائی سے رزق حلال حاصل کرسکوں اور دیگر فرائض منصبی زیادہ توجہ کے ساتھ ادا کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دُعا قبول فرمائی اور آپؑ کے لیے آسانیاں پیدا کر دیں۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر رعایا سے ملتے اور ان سے ان کے حاکم کے متعلق سوال کیا کرتے کہ اُن کا بادشاہ کیسا انسان ہے۔ اپنی رعایا کی خبر گیری کرتا ہے یا نہیں۔ عوام اپنے بادشاہ کی تعریفیں کرتے۔ آپؑ منتظر رہتے کہ کوئی بادشاہ پر تنقید کرے۔ اس کی کسی خامی کی طرف اشارہ کرے تا کہ اصلاح کی جا سکے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ آپؑ کے سوال کے جواب میں ایک آدمی نے اور دوسری روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ایک فرشتے نے جو انسان کی شکل میں تھا، جواب دیا کہ انسان تو اچھا ہے لیکن ایک خامی ہے۔ خامی پوچھی گئی۔ جواب ملا، اپنا اور اہل خانہ کا بوجھ بیت المال پر ڈالے ہوئے ہے، وہیں سے اپنی تمام ضروریات پوری کرتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے جی کو یہ بات لگی۔ گریہ وزاری اور استغفار کے دوران میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے کہ مجھے کوئی ایسا ہنر سکھا دے کہ میں اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال سکوں اور پھر اللہ نے اپنا کرم ایک معجزے کی صورت میں ظاہر کیا۔

''اور ہم نے داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا۔ بنا زرہیں کشادہ اور اندازہ سے جوڑ کڑیاں اور تم جو کچھ کرتے ہو، میں اس کو دیکھتا ہوں۔''

القرآن: (۳۴:۱۱۔۱۰)

Marfat.com

آلاتِ حرب کی ضرورت ہمیشہ سے رہی ہے۔ لوہا اس صنعت کا بنیادی جزو ہے۔ انھیں سامانِ جنگ تیار کرنے کا علم بھی عطا کیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ زرہ کے موجد حضرت داؤد علیہ السلام ہی تھے، لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت داؤدؑ صاحب اعجاز تھے کیونکہ زرہ بنانے کے فن کی نعمت انھیں اللہ کی طرف سے ودیعت کی گئی تھی۔ جیسا کہ حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کی صنعت وحی کے ذریعے سکھائی گئی تھی۔ یہ فضیلت بھی انھیں حاصل تھی کہ اتنی باریک نازک لیکن مضبوط اور پائدار ایک تناسب کے ساتھ کڑیاں جوڑ کر زرہیں بنائی گئیں کہ جنھیں پہن کر سپاہی نہایت آسانی سے میدانِ جنگ میں اپنے فرائض انجام دے لیتا اور دشمن کے وار سے محفوظ رہتا۔

یوں حضرت داؤدؑ نے اتنی عظیم الشان سلطنت کے ہوتے ہوئے بھی بیت المال سے اپنی خدمات کا معاوضہ لینے کا حق رکھنے کے باوجود، محنت مزدوری سے اپنا گزارا کیا اور اسی پر قانع رہے۔ دن بھر میں ایک زرہ بناتے جو چھ ہزار میں بک جاتی، دو ہزار گھر کے اخراجات کے لیے رکھ لیتے، چار ہزار ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔

آپؑ سو سال تک بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ بنی اسرائیل پر حکومت کی مدت بعض مقامات پر چالیس سال اور بعض جگہ ستر سال رقم ہے۔

"اور داؤدؑ نے سارے اسرائیل پر سلطنت کی اور وہ عرصہ جس میں اس نے اسرائیل پر سلطنت کی چالیس برس کا تھا۔ اس نے جبرون میں

Marfat.com

سات برس اور یروشلم میں تینتیس برس سلطنت کی اور اس نے بڑھاپے میں خوب عمر رسیدہ ہو کر اور دولت و عزت سے وفات پائی۔"

(قصص القرآن صفحہ ۹۳)

حضرت داؤد علیہ السلام جب گھر سے باہر جاتے تو دروازے بند کر جاتے اور کوئی بغیر اجازت گھر میں داخل نہ ہوسکتا تھا۔ ایک روز آپ باہر تشریف لے گئے۔ اچانک ان کی ایک زوجہ محترمہ نے دیکھا کہ گھر کے درمیان ایک صاحب کھڑے ہیں۔ حیران ہوئیں۔ دیگر اہلِ خانہ کو بلایا۔ اتنے میں حضرت داؤد علیہ السلام باہر سے تشریف لائے۔ اجنبی کو گھر میں بلا اجازت کھڑے دیکھا تو پوچھا کہ تم کون ہو اور بند دروازے سے کیسے اندر آ گئے۔ اس نے کہا جب مجھے آنا ہوتا ہے تو کوئی دروازہ، کوئی رکاوٹ نہیں رہتی اور نہ ہی کسی کا بلند رتبہ میرے پیش نظر ہوتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جان گئے کہ ملک الموت آن پہنچا ہے اور یہی وقتِ مرگ اُن کے نصیب میں لکھا ہے۔ یہ بہت مبارک دن تھا۔ آپ نے جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ سورج نکل آیا۔ دھوپ آپ علیہ السلام کے جسدِ خاکی پر آ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ سایہ کر دیں۔ تمام پرندوں نے اس طرح پر پھیلائے کہ چھاؤں ہوگئی بلکہ اندھیرا محسوس ہونے لگا۔

تورات کے مطابق آپ علیہ السلام کا مدفن صیہون میں ہے۔

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام کے انتقال کے وقت، ایک روایت کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر پچیس سال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت اور حکومت دونوں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کا جانشین بنایا۔ یوں نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی ان کے قبضے میں آ گئی۔

''اور سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کا وارث ہوا۔''

القرآن: (۳۸:۳۰)

یہاں وراثت سے مراد مال و دولت اور حکومت و سلطنت نہیں ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی واحد اولاد نہ تھے۔ ان کی سو بیویاں تھیں ان سے اولادیں بھی تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے وقت آپؑ کے انیس بیٹوں کا ذکر ملتا ہے۔ اگر وراثت سے مراد مال و دولت، جائداد اور سلطنت ہے تو پھر انیس کے انیس بیٹے وارث ٹھہرتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تخصیص باقی نہ رہتی۔ اب چونکہ یہاں وارث ہونے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے تو وہ علم اور نبوت ہی کی وراثت ہو سکتی ہے۔ (وان العلماء ورثة

Marfat.com

الانبیاء) بے شک علما ہی انبیاؑ کے وارث ہوا کرتے ہیں (علم کے) پھر دوسری بات یہ بھی ہے کہ انبیاؑ کی وفات کے بعد ان کی اولاد ان کے مال و دولت کی وارث نہیں ہوتی بلکہ تمام مال و اسباب مساکین و فقرا کا حق سمجھتے ہوئے خدا کے نام پر صدقہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ انبیاؑ کے مال کی میراث تقسیم نہیں ہوا کرتی۔ رسول پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے

"ہم جماعت انبیا ہیں۔ ہمارے ورثے بٹا نہیں کرتے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، صدقہ ہے۔"

حضرت داؤد علیہ السلام اس امر سے آگاہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم و دانش، ذکاوت و خطابت اور مقدمات کے فیصلے کی صلاحیت بچپن ہی سے عطا کر دی تھی۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے چند سوالات پوچھے کہ سب سے اچھی چیز کیا ہے؟

جواب ملا۔ "ایمان"

بُری چیز کے استفسار کے جواب میں عرض کیا کہ "کفر"

میٹھی چیز کے جواب میں "خُدا کی رحمت" اور

ٹھنڈک والی چیز کون سی ہے کا جواب دیا گیا "خُدا تعالیٰ کا لوگوں سے درگزر کرنا اور انسانوں کا ایک دوسرے کو معاف کر دینا۔"

جوابات سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ "سلیمانؑ اللہ کے نبی ہیں۔"

Marfat.com

بچپن ہی سے حضرت داؤد علیہ السلام امورِ سلطنت اور نظامِ حکومت کے اہم فیصلوں میں انھیں شریک رکھتے اور اہم امور اور مقدموں میں بھی آپؑ سے مدد و مشورہ لیا کرتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد حکومت میں ایک شخص کے باغ میں ایک گلہ بان کی بکریاں گھس گئیں۔ مالک مقدمہ لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آیا کہ اس کی بکریوں نے میرا باغ اجاڑ دیا ہے۔ آپؑ مقامِ وقوعہ پر گئے۔ نقصان کا اندازہ لگایا۔ اس کی قیمت گلہ بان کے ریوڑ کے برابر ہوئی۔ چنانچہ آپؑ نے فیصلہ کیا کہ گلہ بان اپنی تمام بکریاں بطور تاوان باغ والے کے سپرد کر دے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جن کی عمر اس وقت صرف گیارہ برس تھی۔ یہ فیصلہ سن چکے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ایک اور فیصلہ ہو سکتا ہے جو فریقین کے حق میں اس سے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلایا اور اس سے بہتر فیصلے کے متعلق پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ تمام بکریاں باغ والے کے سپرد کر دی جائیں تاکہ وہ ان سے دودھ اور اُون وغیرہ حاصل کر کے فائدہ اٹھاتا رہے اور باغ بکریوں والے کو دے دیا جائے کہ وہ ازسرِ نو اسے کاشت کرے۔ اس کی دیکھ بھال کرے یہاں تک کہ اس میں پھل آ جائے اور اس حالت میں ہو جائے کہ جس میں بکریوں نے اس کا نقصان کیا تھا۔ اس وقت باغ واپس باغ والے کو دے دیا جائے اور بکریاں گلہ بان کو لوٹا دی جائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ پسند کیا۔ دیکھا جائے تو حضرت داؤد علیہ السلام کی قوتِ فیصلہ اور علم و دانش پر

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام اس کم عمری میں فوقیت لے گئے۔ خدا کا واضح ترین انعام علم تھا، جو حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو ودیعت کیا گیا تھا۔

صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: کہ دو عورتیں کسی سفر میں تھیں۔ دونوں کے شیر خوار بچے ان کے ہمراہ تھے۔ راستے میں ایک عورت کے بچے کو بھیڑیا لے گیا۔ اب اس ایک بچے پر دونوں عورتیں حقِ ملکیت جتانے لگیں۔ مقدمہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے ''فصل قضایا'' کے اصول پر مقدمہ کی روداد سن کر فیصلہ بڑی کے حق میں دے دیا کہ بظاہر بچہ بڑی کے قبضے میں تھا اور چھوٹی اس کے خلاف کوئی گواہی بھی پیش نہ کرسکی تھی۔ وہ مقدمہ کا فیصلہ سن کر باہر نکلیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے معاملہ دریافت کیا۔ آپ نے قصہ سن کر چھری لانے کا حکم دیا کہ بچے کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں ایک بڑی کے اور دوسرا چھوٹی کے حوالے کر دیا جائے۔ بڑی نے کوئی ردِ عمل ظاہر نہ کیا لیکن چھوٹی فیصلہ سن کر چیخنے چلانے لگی کہ بچے کے دو ٹکڑے نہ کرو۔ بڑی ہی کو دے دو۔ کم از کم بچہ زندہ تو رہے۔ یوں سب کو یقین ہو گیا کہ بچہ چھوٹی کا ہے اور بچہ اسے ہی دے دیا گیا۔'' (مشکوۃ المصابیح باب بدء الخلق وذکر الانبیاء)

Marfat.com

لشکرِ سلیمان علیہ السلام، شاہ مُور، منطق الطیر

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انفرادی خصوصیت وفضیلت یہ بھی تھی کہ وہ نہ صرف انسانوں بلکہ جنات، حیوانات، چرند پرند حتیٰ کہ ہوا پر بھی حکمران تھے۔ ان کا لشکر اِن مخلوقات نے ترتیب پاتا۔ ان تمام اصناف کو بلحاظ جنس الگ الگ گروہ میں منقسم کیا جاتا۔ شیاطین کا گروہ۔ جنوں کا گروہ، انسانوں کا گروہ، حیوانات کا گروہ اور پرندوں کا گروہ۔ یہ سب اپنے اپنے مقام پر نظم وضبط اور ترتیب صف کے اعتبار سے موجود رہتے۔ اتنی بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود کسی جنس کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ اپنے رتبے یا درجے کے خلاف آگے پیچھے ہونے کے جرم کا مرتکب ہو۔ شاہی لشکر کے یہ تمام اراکین فرماں بردار واطاعت گزار بندوں کی طرح اپنی قطار میں موجود رہتے۔ جب آپؑ کا لشکر روانہ ہوتا تو انسان آپؑ کے سب سے قریب رہتے۔ پھر جن قطار بنا کر کھڑے ہوتے اور پرندوں کے جھنڈ آپؑ کے سر پر سایہ کیے رہتے۔ سب کی جگہ مقرر تھی اور اگر کوئی موجود نہ ہوتا تو آپ کو فوراً خبر ہو جاتی۔

ایک مرتبہ آپؑ کے لشکر کا گزر ایک وادی سے ہوا۔ جو وادیٔ نملہ کہلاتی تھی۔ نملہ کی یہ وادیٔ عسقلان کے قریب ہے۔ ابن بطوطہ کے مطابق یہ وادیٔ صبرون

Marfat.com

وعسقلان کے درمیان ہے، بعض مفسرین اسے ملکِ شام کی وادی بتاتے ہیں۔ اسی بنا پر قرآن کی سورۃ کا نام ''نمل'' رکھا گیا ہے۔ جب یہ لشکر اس وادی کے قریب پہنچا تو وہاں بہت سی چیونٹیاں موجود تھیں۔ ملکہ چیونٹی یا شاہ مُور نے اپنی ساتھی چیونٹیوں سے کہا کہ اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کو کیا معلوم کہ ہم اتنی بڑی تعداد میں اس وادی میں رینگ رہی ہیں۔ سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر ہمیں اپنے قدموں تلے روند ہی نہ ڈالیں اور انھیں اس گناہِ عظیم کا احساس ہی نہ ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی وہ تقریر سن لی تھی جو وہ اپنی قوم کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے بچانے کے لیے کر رہی تھی۔ حقیر ترین حشرات الارض میں سے ایک نسل چیونٹیوں کے سربراہ کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اپنی قوم کو ہر خطرے سے خبردار کرے اور اپنی حفاظت کی تدبیر کرے۔ گویا حقیر ترین مخلوقات چیونٹی، بھڑ اور شہد کی مکھی اشرف المخلوقات کو نظم وضبط کا درس دے رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نظامِ حکومت اور شعبہ دفاع اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ انسان نے ان سے اسرار ورموز سلطنت سیکھے ہیں۔ فوج کی ترتیب وتنظیم اور عہدے بھی وہیں سے اخذ کیے ہیں۔ ان کے مختلف گروہوں کو مختلف فرائض سونپے جاتے ہیں۔ ان کا نظام پیچیدہ ہے لیکن ترتیب کے ساتھ مرتب ہوتا ہے۔ یہ متذکرہ شاہ مور یا ملکہ چیونٹی تھوڑا سا لنگڑا کر چلتی تھی۔ کچھ محققین کے مطابق یہ چیونٹی مکھیوں کی طرح پَر بھی رکھتی تھی۔ اس موقع پر بھی اسرائیلی داستانوں اور یہودی تمثیلوں میں فرق ہے کہ جن کے مطابق

Marfat.com

ان چیونٹیوں کا قد ''بھیڑ'' کے برابر تھا، جبکہ قرآن کریم میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ وہ اتنی چھوٹی تھیں کہ شاہ مور کو یہ کہنا پڑا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمھیں کچل ڈالے اور انھیں خبر بھی نہ ہو۔

منطق الطیر کا یہ علم حضور اکرم ﷺ، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو ودیعت کیا گیا تھا:

''اور سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کا وارث ہوا۔ اور اس نے کہا۔ اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز میں سے دیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ بہت ہی واضح فضل ہے۔''

القرآن: (۱۶:۲۷)

یہ معجزہ تو ایک نبیؑ کی شان ہے کہ اسے عام بندوں پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ معجزے نبیوںؑ سے منسوب ہوتے آئے ہیں۔ یہاں حیران کن امر یہ ہے کہ حشرات الارض میں سب سے عاجز، بے بس و لاچار مخلوق کو یہ کیسے علم ہوا کہ ایک بہت بڑا لشکر آ رہا ہے اور نہ صرف یہ کہ اسے لشکر کی آمد کا علم تھا بلکہ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ عظیم الشان لشکر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے، جس سے بچنے کے لیے اس نے اپنی قوم کو خبردار کیا۔ آزمائش اور مصیبت کے وقت چھوٹی ۔ ، چھوٹی مخلوق بھی اپنے سے لاکھوں گنا بڑی مخلوق کے مقابلے پر آ جاتی ہے۔ مولے کو شہباز سے لڑا دیتی ہے۔ حقیر چیونٹیاں متحد ہو کر خطرناک اژدہے کو تڑپا تڑپا کر مار دیتی ہیں اور اگر کسی وقت اشرف المخلوقات بھی اسے تنگ کرے تو وہ اسے ایسے زور سے کاٹتی ہیں کہ وہ بلبلا اٹھتا ہے تو اس ننھی منی مخلوق چیونٹی کو بھی اللہ نے کیسی حکمت و دانائی بخشی۔ رہا یہ

Marfat.com

سوال کہ کیا جانوروں پرندوں کی بھی زبانیں یا بولیاں ہوا کرتی ہیں کہ جو انھیں آپس میں معاملات کے طے کرنے میں مدد دیتی ہیں تو اس کا واضح جواب ارشاد باری تعالیٰ میں موجود ہے۔

''زمین کا ہر جانور اور فضا کا ہر پرندہ تمہاری مانند اقوام ہیں۔''

یہ بات عیاں ہے کہ کسی بھی قوم میں ربط وضبط اور میل جول میں زبان ایک اہم کردار ادا کرتی ہے کہ اس کے بغیر کوئی مخلوق دوسرے کی بات ہی نہیں سمجھ سکتی۔ جانوروں، حشرات اور پرندوں کی سینکڑوں اقسام ہیں جو اپنا مدعا اپنی بولی میں بیان کر دیتے ہیں۔ یہ علم حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور نبی پاک ﷺ کو عطا کیا گیا تھا کہ وہ ان کی آپس کی گفتگو سمجھ لیا کرتے تھے۔ اعتراض کرنے والوں نے تو یہاں تک کہا کہ اس زمانے میں پرندے، جانور، حشرات اور انسان ایک زبان بولتے تھے۔ ان کے اس بے معنی اعتراض کا کیا جواب دیا جائے کہ اگر ایسا تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام یا حضرت داؤد علیہ السلام کا اس میں کیا کمال ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ خصوصیت تھی کہ ان کے لیے یہ آوازیں ایک ناطق انسان کی باتوں کی طرح تھیں۔ اب یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے اندازے اور قیاس کے مطابق پرندوں کے منہ سے نکلی ہوئی آواز سے مطلب اخذ کر لیا کرتے تھے، درست نہ ہوگا کیونکہ یہ بات تو کبھی جانوروں، پرندوں سے پیار کرنے والے، ان کے قریب رہنے والے، جان ہی لیتے ہیں کہ اس وقت اس کی آواز کا مفہوم کیا ہے۔ جانور، پرندہ اس وقت بھوکا ہے، پیاسا ہے، یا خوشی و مسرت کا اظہار کر

Marfat.com

رہا ہے یا اپنے مالک کو دیکھ کر وفاداری کا یقین دلا رہا ہے۔ دشمن کو دیکھ کر خوفزدہ ہے یا اس سے بچاؤ کی تدبیر کر رہا ہے۔ یوں جانوروں کی بولیاں مختلف کیفیات کی صورت میں اندازے سے سمجھ لی جاتی ہیں، اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا تو پھر قرآن پاک میں اس کی اتنی فضیلت کیوں بیان کی جاتی۔ اس لیے یہ خیال درست نہیں کہ وہ پرندوں کی حرکات وسکنات یا آواز کے زیروبم سے ان کے مقصد کے متعلق قیاس کر لیا کرتے تھے۔ نطق کے لیے آواز کا ہونا ضروری ہے جو چرندوں پرندوں کے پاس ہے۔ صوت اور صوت کا زیروبم، نشیب وفراز بھی ان کے ہاں موجود ہے۔ فرق آواز اور قوت گویائی کا ہے۔ عام انسان کے لیے پرندوں کی آواز صرف صوت ہے اور اُسے وہ قوت گویائی سے محروم معلوم ہوتے ہیں۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ قوتِ گویائی صرف انسان کو دی گئی ہے۔

اس واقعے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے شاہ مور سے گفت وشنید کی اسے خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم اپنی رعایا پر اسی طرح مہربانی کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ان کی خوشی میری خوشی ہے اُن کا غم میرا غم ہے۔ کہیں بھی کوئی چیونٹی مر جائے تو میں اسے اٹھا کر لاتا ہوں۔ شاہ مور نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی عقل وفہم دی ہے بے شک اشرف المخلوقات سے کم پھر بھی میری بادشاہی تمہاری بادشاہی سے بہتر ہے۔ تم نے کہا تھا کہ اے اللہ مجھ کو ایسی حکومت عطا کر جو میرے سوا کسی اور کو میسر نہ ہو۔ اس سوال سے حسد کی بو آتی ہے۔ پیغمبروں کو حسد نہیں کرنا چاہیے۔

Marfat.com

شاہ مور نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کی انگوٹھی میں جو نگینہ لگا ہے اس میں کیا راز ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا تو اس نے کہا کہ خدا نے تمھیں وسیع وعریض سلطنت و بادشاہت عطا کی ہے۔ وہ ایک نگینے کے برابر اہمیت رکھتی ہے تاکہ تم جان جاؤ کہ دنیا کی کوئی حقیقت نہیں، پھر پوچھا کہ آپ کے لیے ہوا کو مسخر کیا گیا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مجھے علم نہیں، تو اس نے کہا۔ اس لیے کہ مرنے کے بعد تمھیں دنیا ہوا جیسی ہلکی معلوم ہوگی، پھر اس نے پوچھا کہ تم سلیمانؑ کے معنی جانتے ہو۔ آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا تو جواب دیا سلیمانؑ کے معنی ہیں کہ دنیا کی زندگی پر بھروسا مت کر، موت قریب ہے اس کی طرف توجہ کر۔ آپ شاہ مور کی دانائی کے معترف ہوئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام جب رخصت ہونے لگے تو اس نے کہا کہ میں ایسے جانے نہ دوں گا۔ آپؑ اور آپؑ کا لشکر میرا مہمان ہے۔ آج یہیں کھانا تناول فرمایئے۔ اس کے اصرار پر آپؑ مان گئے۔ ذرا ہی دیر میں دعوت کا انتظام ہو گیا۔ شاہ مور نے ٹڈی کی ایک ران آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ ہنس پڑے۔ ''میں اور میرا لشکر اور یہ ران'' شاہ مور نے کہا بسم اللہ کیجیے۔ آپؑ اور آپؑ کے لشکر نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور خدا کی قدرت سے ران پھر بھی بچ رہی۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں کچھ عرصہ تک بارش نہ ہوئی۔ کھیتیاں جلنے لگیں۔ نہریں خشک ہو گئیں حضرت سلیمان علیہ السلام نمازِ استسقا کے لیے اپنی امت کے ہمراہ باہر میدان کی طرف نکلے۔ اتنے میں ایک چیونٹی نظر آئی

Marfat.com

جو الٹی لیٹی ہوئی تھی۔ آسمان کی طرف پاؤں اٹھائے اللہ سے التجا کر رہی تھی کہ ہم تیری ادنیٰ مخلوق ہیں اور تیری نظر کرم کے سوالی ہیں۔ اگر بارش نہ ہوئی تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اس بے چارگی کی ہلاکت سے بچالے۔ یہ نحیف ونزار بے چارگی و بے بسی میں ڈوبی آواز حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچی تو آپ نے اپنی امت سے فرمایا کہ واپس چلو۔ ہمارے اس مسئلے کو اس کمزور ترین مخلوق نے حل کر دیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں تیری ساری مخلوق کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مخلوق بے حساب ہے۔ تم کھلا نہ پاؤ گے، لیکن حضرت سلیمانؑ کے اصرار پر اجازت دے دی گئی۔ جگہ کے انتخاب، صفائی اور انتظام و انصرام میں آٹھ ماہ لگے۔ قصص الانبیا کے مطابق ساٹھ لاکھ دیگیں، ہر ایک ستر گز لمبی چوڑی جبکہ جامع التوریخ میں دو ہزار سات سو دیگیں طول وعرض ہزار گز تھا۔ لگن تالابوں کی طرح کے بنائے گئے۔ ہزار ہا گائیں ذبح کی گئیں۔ شاندار کھانا تیار ہوا۔ تمام مخلوق مدعو تھی کہ ایک مچھلی نے دریا سے سر نکال کر کھانے کی فرمائش کی۔ اسے انتظار کرنے کے لیے کہا گیا۔ لیکن اس نے کہا میں بہت بھوکی ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ کیا فرق پڑتا ہے کھالے۔ مچھلی نے اجازت ملتے ہی سارا کھانا ایک لقمہ میں ختم کیا اور کہا کہ مجھے بھوک لگی ہے۔ میں روزانہ تین لقمے کھاتی ہوں۔ یہ تو ایک لقمہ ہے۔ میں تو تمہاری دعوت میں بھوکی ہی رہی۔ جب تم کھلا نہ سکتے تھے تو لوگوں کو کیوں اتنی تکلیف دی۔ یہ سن کر حضرت

Marfat.com

سلیمان علیہ السلام جان گئے کہ نادانی میں ان سے کتنا بڑا قصور سرزد ہوا۔ روزی دینے والا تو اللہ ہی ہے، استغفار کرنے لگے:

''میں تو عاجز و ناتواں بندہ ہوں۔ تو ہی مالک و خالق ہے مجھے معاف فرما۔''

Marfat.com

ملکہ بلقیس سبا اور ہُد ہُد

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بے مثل و بے نظیر حکومت عطا کی اور نبوت سے سرفراز کیا۔ بادشاہت و نبوت نعمت بھی ہے اور ذمہ داری بھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کی مدد و اعانت سے بخوبی نباہی۔ ایک مرتبہ آپؑ کا دربار لگا تھا۔ سبھی جن و بشر وحوش وطیور حاضر تھے کہ آپؑ کو کسی کی کمی کا احساس ہوا۔ آپؑ نے فرمایا:

''یہ کیا بات ہے کہ میں ہُد ہُد کو نہیں دیکھتا۔ کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے۔ یقیناً میں اسے ایسی سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا۔ یا میرے سامنے کوئی صریح دلیل بیان کرے۔''

القرآن: (۲۷:۲۱۔۲۰)

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ جانوروں، پرندوں، جنوں اور انسانوں کا ایک مہیب لشکر، اس میں ایک چھوٹے سے پرندے ہُد ہُد کے نہ ہونے سے بھی آپ آگاہ ہیں پھر یہ کہ شاہانہ انداز میں یہ کہنا کہ اگر وہ واقعی موجود نہیں ہے تو میں اسے سزا دوں گا۔ پھر ان سزاؤں کا ذکر جو وہ اُسے دے سکتے تھے۔ یہ بیان اس لیے بھی کہ دوسروں

Marfat.com

کے لیے باعثِ عبرت ہو اور پھر شاہانہ انداز کے ساتھ ساتھ ایک نبی کا مطمع نظر بھی کہ اگر اپنی غیر حاضری کا کوئی جواز پیش کرتا ہے، تو وہ قابلِ معافی ہے۔ ابھی اس کی غیر حاضری کا ذکر ہو ہی رہا تھا کہ ہُد ہُد پہنچ گیا۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جو آپؑ کے لیے بالکل نئی ہوگی اور وہ خبر ملک سبا سے متعلق ہے۔ سبا ایک شخص کے نام پر قوم تھی اور یہ ایک مقام کا نام بھی تھا۔ یہاں سبا سے مراد ملک ہی ہے جو جزیرہ عرب کے جنوب میں (یمن) سے تین دن کی مسافت پر ہے۔ پھر قحطانی نسل کی ایک مشہور شاخ سبا ہے۔ بعض روایتوں میں عبدالشمس نام کا شخص اپنے قبیلے کا جدِ امجد تھا، جو سبا لقب امتیاز کرتا تھا۔ یہ شخص بہت بہادر تھا اور زبردست جنگی فتوحات کے نتیجے میں اس نے سبا حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس کا ذکر زبور میں بھی موجود ہے۔ سبا کی حکومت کا اصل مرکز عرب کے جنوبی حصے یمن کے مشرقی علاقہ میں تھا اور دارالحکومت کا نام مارب تھا۔ آہستہ آہستہ اس کا دائرہ وسیع ہو کر مغرب میں حضرموت تک بڑھ گیا۔ دوسری جانب افریقہ تک اس کا دائرہ اثر پھیل گیا۔ سلطنت سبا نے یمن اور اطراف یمن میں مضبوط قلعے بنالیے۔ سبا کی مختلف شاخیں تھیں، جو بعد ازاں یمن کو مرکز بنا کر ایک عظیم الشان سلطنت کی صورت میں سامنے آئیں۔ سبا کے حکمران ملوکِ سبا کے لقب سے مشہور ہیں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی نسل کے لیے دعا کی کہ سبا کا سونا اسے دیا جائے۔ یہ دعا قبول ہوئی۔ ملکہ سبا نے حاضرِ دربار ہو کر سونا چاندی نذر کیا، بلکہ مسلمان ہو کر اپنی حکومت بھی سلیمان علیہ السلام کے سپرد کر دی۔

Marfat.com

ہُد ہُد نے یہی خبر کی اطلاع یوں دی کہ ملک سبا کی حکمران ایک عورت ہے۔ جس کا نام بلقیس بنت شرجیل ہے۔ ہُد ہُد کے لیے یہ امر باعثِ حیرت تھا کہ عورت ایک عظیم الشان سلطنت کی حکمران ہے۔ ہُد ہُد بڑے ڈرامائی انداز میں روداد بیان کرتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ سب کا دھیان اس قصے کی طرف چلا جائے اور اس کی غیر حاضری کا سوال پسِ پشت جا پڑے اور اس کی گفتگو کا انداز ایسا تھا کہ بادشاہ بھی دیگر اہلِ دربار کے ساتھ ساتھ اس کی بات سننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ہُد ہُد بتاتا ہے کہ وہ ایک نہایت ذہین اور خوبصورت عورت ہے۔ اس کا باپ شرجیل بن مالک یمن کا بادشاہ تھا۔ ابن جریج کے مطابق باپ کا نام ذی شرح اور ماں کا نام بلتعہ تھا۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ اس کی ماں جنیہ عورت تھی۔ اس کے قدم کا پچھلا حصہ چوپائے کے کھر جیسا تھا۔ ملکہ بلقیس سبا اعلیٰ درجے کی ذہین مدبر اور دور اندیش حکمران خاتون ہے، جو مصلحت پسند بھی ہے اور حالات کو سنبھالنے کا شعور بھی رکھتی ہے۔

قرآنِ حکیم میں ملکہ سبا کا نام موجود نہیں ہے۔ یہ بھی واضح نہیں کہ وہ سلطنت سبا یمن، حبشہ یا شمالی عرب کے کس حصے سے آئی۔ بلقیس، اسرائیلی داستانوں میں رقم ہے۔ وہ ایک عظیم الشان محل میں رہتی ہے۔ اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے۔ سونے سے منڈھا ہوا۔ مروارید و جواہرات سے سجا ہوا طول ۸۰ ہاتھ عرض ۴۰ ہاتھ اور اونچائی ۳۰ ہاتھ۔ سرخ و سبز یاقوت و زمرد جڑے ہوئے ہیں۔ جو اس کی عظمت، عیش و ثروت اور صنعت و فن کی ترقی کا عمدہ نمونہ ہے۔

Marfat.com

ہُد ہُد نے تخت کے بیان میں کسی قدر مبالغہ سے کام لیا ہے کیونکہ ملکہ بلقیس سبا کے محل کے کھنڈرات بتاتے ہیں کہ وہاں اتنے بڑے تخت کی گنجائش نہ تھی۔ اس کے مشیر وزیروں کی تعداد ۳۱۲ ہے جن کے تابع بارہ ہزار سردار قوم ہیں اور ہر ہر سردار کے تابع ایک ایک لاکھ سوار، پیادہ ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ ملکہ اور اس کی قوم بے دین ہے اور آفتاب پرست ہے، چنانچہ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا۔ شیطان نے انھیں بھلائی کی راہ سے روک رکھا ہے۔ یعنی وہ یہ نہیں سمجھ پا رہے کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو جائز ہے۔ اس لیے وہ راہِ ہدایت پر نہیں آتے کہ اس اللہ کو سجدہ کریں جو زمین و آسمان کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے۔ آسمان سے بارش برساتا ہے اور زمین سے چھپے ہوئے خزانے نباتات و معدنیات کی صورت میں ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ چھپایا جاتا ہے یا ظاہر کیا جاتا ہے۔ وہ سبھی سے آگاہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے۔ حضرت سلیمانؑ اپنی رعایا کے بظاہر ایک معمولی فرد، ہُد ہُد کے منہ سے اللہ کی وحدانیت کے بارے میں سن کر حیرت زدہ رہ گئے۔ ہُد ہُد نے توحید کے متعلق وعظ کیا اور شرک کو رد کیا۔ اللہ کی عظمت بیان کی۔ حضرت سلیمانؑ جان گئے کہ یہ ہُد ہُد دیگر صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ ادراک و فہم اور ایمان و یقین کی قوت بھی رکھتا ہے۔

ہُد ہُد خیر کی طرف بلانے والا۔ غیر اللہ کو سجدے سے روکنے والا ہے، اس لیے اس کے قتل کی ممانعت کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے چیونٹی، شہد کی مکھی، ہُد ہُد اور صرد یعنی لٹورا کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔

Marfat.com

حضرت سلیمانؑ ہُد ہُد کا ملکہ بلقیس سبا اور اس کی قوم کے متعلق بیان سن کر کہنے لگے کہ اب مجھے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ بول رہا ہے۔ میرے اس خط کو لے جا کر ملکہ بلقیس کو دے دے اور پھر ان کے پاس سے ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ ہُد ہُد اس خط کو اپنی چونچ میں دبا کر اڑا اور ملکہ بلقیس سبا کے محل میں پہنچ گیا۔ ملکہ اس وقت خلوت خانہ میں تھی۔ ہُد ہُد نے نہایت خاموشی اور احتیاط کے ساتھ خط اس کے سامنے اس طرح ڈالا کہ وہ جان نہ پائی کہ خط کہاں سے آیا ہے۔ کون لایا ہے۔ اپنی گود میں پڑے خط کو دیکھ کر وہ متعجب بھی ہوئی اور خوفزدہ بھی لیکن اتنا اندازہ اسے ضرور ہو گیا کہ یہ کوئی عام خط نہیں ہے۔ خط معزز و مکرم ہے کیونکہ اس پر مہر بھی لگی ہوئی ہے۔ خط غالباً عربی زبان میں ہی تحریر کیا گیا تھا اور اس خط میں، خط لکھنے کے تمام اصول برتے گئے تھے۔ خط لکھنے کے لیے پہلی شرط یہ ہوتی ہے کہ خط کا آغاز ہی اس طرح ہو کہ خط لکھنے والے کا نام پتہ مکتوب الیہ کے علم میں آجائے کہ اسے کسی نے خط لکھا ہے، پھر اہم بات یہ کہ خط کا آغاز اللہ تعالیٰ کے پاک اور بابرکت نام سے کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے کسی نے خط میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپؐ کے ہمراہ جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں جو مجھ سے پہلے سلیمان علیہ السلام کے بعد کسی نبی پر نہیں اتری۔ میں نے استفسار کیا وہ کون سی آیت ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''

Marfat.com

خط مختصر لیکن بلیغ انداز میں تحریر کیا گیا تھا۔ خط سے شاہانہ انداز ہی نہیں پیغمبرانہ شان بھی ظاہر ہوتی تھی۔ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے ابتدا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ سرکشی چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرو۔ یہ کسی بادشاہ کا ہی نہیں بلکہ پیغمبر کا دعوت نامہ ہے کہ شرک چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرو۔ ملکہ عقل مند تھی۔ معاملات کو کس طرح طے کیا جائے، بخوبی جانتی تھی۔ وہ بااختیار بھی تھی اس کا فیصلہ اس کے اہل دربار کے لیے رد کرنا ممکن نہ تھا۔ پھر بھی اس نے مصلحتاً اپنا فیصلہ سنانے کے بجائے اہلِ دربار سے مشورہ ضروری جانا۔ چنانچہ اپنے تمام سرداروں کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا اور کہا کہ اے سردار! میری طرف ایک بہت ہی اہم اور وقعت والا خط ڈالا گیا ہے۔ جس میں مسلمان ہونے اور تابع فرمان بننے کی دعوت دی گئی ہے۔ تم سب جانتے ہو کہ میں کوئی فیصلہ تمہارے بغیر نہیں کرتی۔ تم رائے دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ تمام اہل دربار نے جواب دیا کہ ہمارے پاس طاقت وقوت کی کمی نہیں، اسلحہ اور سامان حرب بھی وافر مقدار میں موجود ہے۔ ہم بہادر وشجاع بھی ہیں۔ میدان جنگ میں نہایت جرأت و پامردی کے ساتھ لڑتے ہیں۔ اس لیے ہمیں خوف زدہ ہونے یا جھکنے کی ضرورت نہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہماری طاقت مسلم ہے۔ ہم ہر قسم کے مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ اب جو آپ کا حکم ہو۔ ہم آپ کے فرماں بردار ہیں۔ ملکہ بلقیس سبا خط سے اندازہ کر چکی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے اس کے لشکر کی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر جنگ کی نوبت آئی تو تباہی و بربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس نے اپنے سرداروں سے کہا کہ جب بیرونی حملہ آور کسی بستی پر حملہ

Marfat.com

کرتے ہیں تو اسے اجاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں۔ اپنا رعب و دبدبہ اور شان و شوکت قائم کرنے کے لیے ہر تدبیر کی جاتی ہے۔ قتل و غارت گری کی انتہا کر دی جاتی ہے۔ کھیتیاں جلا دی جاتی ہیں۔ گھر ویران کر دیے جاتے ہیں۔ رعایا کو مفلوج کر دیا جاتا ہے، سپاہیوں کو قیدی بنا لیا جاتا ہے تو کیوں نہ کوشش کی جائے کہ اس عمل سے بچا جائے۔ اس کا طریقہ یوں نکالا کہ فیصلہ کیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں گراں بہا ہدیے اور تحائف بھیجے جائیں۔ اس سے ملکہ کا مقصود یہ بھی تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش بھی ہو جائے گی۔ اگر وہ تحائف لے کر راضی ہو گئے تو یہ اس امر کی علامت ہو گی کہ وہ ایک بادشاہ ہیں اور ان سے مقابلہ کرنے کے لیے دنیوی وسائل کام دے سکیں گے اور اگر وہ واقعی نبی ہیں تو ان تحائف کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ ہو گی۔ ان کا ہدیہ قبول نہ کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہو گا کہ ہمیں بھی اطاعت کیے بغیر چارہ نہیں۔

چنانچہ ملکہ نے تحائف تیار کرائے۔ ان تحائف کی تفصیلات مختلف مقامات پر مختلف درج کی گئی ہیں۔ اسرائیلی روایات کے مطابق سونے کی اینٹیں، جواہرات اور قیمتی برتن تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک سو غلام اور ایک سو کنیزیں بھی ہمراہ تھیں۔ کنیزیں مردانہ اور غلام زنانہ لباس میں ملبوس تھے۔ مطلوب اس سے یہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کی جائے۔ اگر وہ پہچان لیتے ہیں تو نبی ہیں ورنہ محض ایک بادشاہ۔ جب یہ تحائف ملکہ بلقیس سبا کے قاصد لے کر آپؑ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے تمام مہمانوں کو وضو کا حکم دیا۔ لڑکیوں نے برتن سے پانی بہا کر

Marfat.com

ہاتھ دھوئے جبکہ لڑکوں نے برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا۔ یوں آپؑ پہچان گئے کہ اول الذکر لڑکیاں اور ثانی الذکر لڑکے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک گروہ نے کہنیوں سے ہاتھ دھونا شروع کیے اور انگلیوں تک آیا، جبکہ دوسرے گروہ نے انگلیوں سے شروع ہو کر کہنیوں تک ہاتھ دھوئے۔ بہر حال حضرت سلیمانؑ نے دونوں کو الگ الگ پہچان لیا۔ اسرائیلی روایات کے مطابق ملکہ بلقیس سبا نے اپنے خط میں چند آزمائشی سوالات بھی کیے تھے۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ملکہ نے ایک برتن بھی بھیجا جس کے لیے فرمائش تھی کہ اسے ایسے پانی سے بھرا جائے جو زمین کا ہو نہ آسمان کا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی فرمائش یوں پوری کی کہ گھوڑے دوڑائے اور ان کے پسینے کے قطرے اس برتن میں جمع کروا دیے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے قاصدوں کے استقبال کے لیے دربار سے نو فرسخ یعنی کوئی تیس میل کی مسافت میں سونے چاندی کی اینٹوں کے فرش بنانے کا حکم دیا۔ راستے میں دونوں طرف عجیب الخلقت جانوروں کو کھڑا کر دیا۔ دربار کو بھی از سرِ نو ترتیب دیا۔ اپنے تخت کے دائیں بائیں چار چار ہزار سونے کی کرسیاں، ایک طرف علما اور دانشوروں کے لیے، دوسری جانب وزرا اور عمال سلطنت کے لیے بچھا دی گئیں۔ چنانچہ جب قاصد آئے تو انھوں نے سونے کی اینٹوں پر جانوروں کو کھڑا دیکھا۔ آگے آگے طیور کی قطاریں تھی، پھر جنات کی صفیں تھیں۔ وہ راستے میں ہی مرعوب ہو گئے۔ دربار پہنچے تو وہاں کی شان و شوکت دیکھ کر دنگ رہ گئے اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو شاہانہ کروفر کے باوجود آپؑ خندہ

Marfat.com

پیشانی سے پیش آئے۔

قاصدوں نے بیش قیمت تحائف نذر کیے تو آپؑ نے فرمایا کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر چیز سے نوازا ہے۔ یہ مال و دولت میرے لیے بے معنی ہے۔ تم مجھے یہ بے دقعت اور معمولی تحائف دے رہے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت سے سرفراز کیا ہے، پھر جنوں، پرندوں اور ہواؤں کو میرے لیے مسخر کیا ہے۔ میری بادشاہت کی شان و شوکت تم دیکھ ہی رہے ہو۔ اس دنیاوی ساز و سامان کی میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تم اپنے یہ تحائف واپس لے جاؤ، اور ایک خطرناک انجام کا انتظار کرو۔ میں انسانوں ہی کی نہیں بلکہ جنوں اور پرندوں کی فوجیں لے کر حملہ آور ہوں گا، جن کا تم مقابلہ نہ کر پاؤ گے۔ تم اپنے ہدیے پر فخر کرو اور اسے اپنے ہمراہ لے کر لوٹ جاؤ۔ قاصد حیران و مبہوت واپس ہوئے۔ حضرت سلیمانؑ کے دربار کے احوال کے علاوہ ان کا اعلان جنگ بھی ملکہ کو سنا دیا۔ ملکہ جان گئی تھی کہ وہ بادشاہ کے علاوہ نبی بھی ہیں اور اللہ کے نبی اور رسول سے لڑنا گویا اللہ سے مقابلہ کرنا ہے، جس کی جرأت ہم میں نہیں ہے۔ ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضری دینے کا فیصلہ کیا۔ بارہ ہزار سردار منتخب کیے جن کے تحت ایک ایک لاکھ سپاہی تھے۔

یہ مبالغہ کی انتہا ہے، بہر حال حضرت سلیمان علیہ السلام نے دور سے غبار اٹھتا دیکھا تو جان گئے کہ ملکہ بلقیس سبا اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ رہی ہے اور مطیع ہو کر آ رہی ہے۔ اس وقت وہ محل سے تین میل کے فاصلے پر تھی۔ حضرت سلیمان علیہ

Marfat.com

السلام نے سوچا کہ وہ میرے دربار کی شان وشوکت کے ساتھ ساتھ پیغمبرانہ معجزہ بھی دیکھ لے۔ اس لیے آپؑ نے اپنی اس مجلس میں کہ جہاں آپؑ صبح سے دوپہر تک مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور جن وانس سبھی شریک ہوا کرتے تھے، فرمایا کہ کیا ملکہ بلقیس سبا کا تخت جس کے بیش قیمت اور نادر ہونے کی بہت شہرت ہے، ملکہ کے میرے دربار میں پہنچنے سے پہلے کوئی یہاں لا سکتا ہے کیونکہ جب وہ یہاں آ جائے گی، ایمان لے آئے گی پھر اس کا مال ہم پر حرام ہو جائے گا۔

بہر حال ایک طاقتور اور سرکش جن، جو ایک بڑے پہاڑ جتنی جسامت رکھتا تھا۔ وہ بول پڑا کہ اگر آپؑ مجھے اجازت دیں تو میں آپؑ کا دربار برخاست کرنے سے پہلے اس تخت کو اٹھا کر یہاں لا سکتا ہوں۔ پھر آپ جانتے ہیں کہ میں بہت امانت دار ہوں۔ اس ہیرے جواہرات سے مزین تخت سے کوئی چیز نہ چراؤں گا۔

ظاہر ہے کہ جن انسان کے مقابلے میں غیر معمولی قوتیں رکھتا ہے۔ کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ بیت المقدس سے مآرب (یمن) جائے اور ڈیڑھ ہزار میل کا فاصلہ دو چار گھنٹوں میں طے کر کے تخت یہاں پہنچائے اور تخت بھی کوئی عام معمولی نہیں۔ نہایت وسیع وعریض اور وزنی جسے اٹھانا فردِ واحد کے بس کی بات نہیں اور پھر تخت بھی وہ جو ملکہ نے سب سے زیادہ حفاظت کے ساتھ سات شاہی محلات کے وسط میں ایک محفوظ محل میں مقفل کر رکھا تھا۔ جہاں خود اس کے لوگوں کی رسائی ممکن نہ تھی۔

مجلس شوریٰ میں موجود ایک شخص بول اٹھا، یہ وہ شخص تھا کہ جسے کتاب کا علم

Marfat.com

عطا کیا گیا تھا کہ آپ کے پلک جھپکنے سے پیشتر میں تخت، آپ کی خدمت میں حاضر کرسکتا ہوں۔ یہاں چند سوالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں یہ کون شخص تھا؟ کتاب کون سی تھی؟ علم کیا تھا؟ بعض افراد کا خیال ہے کہ یہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ''علم'' سے نوازا تھا اور وہ معجزہ دکھا سکتے تھے۔ بعض مقامات پر اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقرب صحابی بتایا گیا ہے۔ قصص الانبیا صفحہ ۳۶۹ میں اس کا نام آصف بن برخیا درج ہے، جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے معتمد خاص اور وزیر تھے اور نسلِ انسانی سے تعلق رکھتے تھے۔ ابن عباسؓ کے مطابق آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاتب تھے، آپ کے خالہ زاد تھے، ولی اللہ تھے اور اسم اعظم جانتے تھے۔ کتاب کے علم سے مراد غالباً اسم اعظم کا علم ہے یعنی تورات کا علم اور بعض کے نزدیک اس علم سے مراد درباری رجسٹر اور سرکاری دفتر مراد ہے۔ یعنی آصف برخیا کو ہدایا کے دفتر کے امین ہونے کی وجہ سے یہ علم تھا کہ وہ تخت محل کے کسی حصے میں محفوظ ہے۔

یہ بات البتہ ہوسکتی ہے کہ اللہ نے انھیں کرامت بخشی تھی کہ جس کے سبب انھوں نے جن کی مختصر مہلت کو بھی طویل جانا اور کہا کہ میں پلک جھپکنے میں تخت حاضر کرسکتا ہوں، چنانچہ لمحہ بھر بعد ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت اپنے سامنے موجود پایا۔ تمام اہلِ دربار حیرت زدہ رہ گئے اور وہ زمین سے نکل پڑا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جس کرسی پر پاؤں رکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام تخت شاہی پر چڑھے تھے اس کے نیچے سے بلقیس سبا کا تخت نکل آیا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے

Marfat.com

جو مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا بے پرواہ رہتا ہوں۔ لمحہ بھر میں تخت کی یہاں موجودگی میں میرا یا آصفؒ برخیا کا کوئی کمال نہیں۔ یہ سب اسی کی عطا ہے۔ بہرحال تخت پہنچ گیا۔ آپؑ نے حکم دیا کہ اس تخت کی ہیئت میں تھوڑی بہت تبدیلی کردی جائے۔ کچھ ہیرے جواہرات بدل دو۔ رنگ و روغن تبدیل کر دو تاکہ جب وہ یہاں پہنچے تو دیکھا جائے کہ آیا وہ اپنے تخت کو پہچانتی ہے۔ اس بات سے آگاہ ہوتی ہے کہ نہیں کہ یہ تخت اسی کا ہے۔ یعنی اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر وہ راہِ ہدایت پاتی ہے یا نہیں۔ ملکہ بلقیس سبا دربار سلیمانؑ میں حاضر ہوئی۔ وہ اپنی طرف سے بڑی شان و شوکت اور فخر و ناز کے ساتھ اونٹوں کے ایک قافلے کے ساتھ جس پر عود و عنبر، خوشبویات لدی تھیں، بہت سا سونا اور ہیرے جواہرات لے کر یروشلم آئی تھی۔ جب وہ وہاں پہنچی تو یقیناً یہ امر اس کے لیے حیران کُن تھا کہ اس کے سامنے موجود تخت تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ اس کا اپنا تھا۔ مگر یہ یہاں کیسے آ گیا؟..... کہاں یروشلم، کہاں سبا کا علاقہ، اس کا محل، اس کے محافظ اور کہاں کڑے پہرے میں اس کا تخت۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس شدید پہرے کے باوجود تخت یہاں بیت المقدس میں... حضرت سلیمان علیہ السلام کے دارالسلطنت میں..... اسے یہاں کون لا سکتا ہے..... کون لایا ہے ..... وہ ابھی شش و پنج میں مبتلا تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوال کیا کہ کیا تیرا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ ملکہ بلقیس سبا واضح جواب دینے کی قدرت نہ رکھتی تھی۔ مبہم انداز میں بولی۔ گویا یہ وہی تخت ہے یعنی نہ انکار کیا نہ اقرار۔ محتاط جواب دے دیا اور یوں گویا ہوئی کہ ہم تو اس کرامت سے پہلے ہی آپ

Marfat.com

کی نبوت کے قائل ہو چکے تھے اور وہ جو مشکل سوالات کے جوابات کے حصول کے لیے آئی تھی، سبھی جوابات اسے عطا کیے گئے۔ ایک سوال یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ کا رنگ کیسا ہے۔ یہ ایسا سوال تھا کہ آپؑ سجدے میں گر پڑے اور خدا تعالیٰ سے فریاد کی کہ اس نے ایسا سوال پوچھ لیا ہے کہ جس کا جواب میں تجھ سے دریافت کرنے کی جرأت نہیں پاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے فکر ہو جاؤ۔ تمہارا مسئلہ حل ہو چکا ہے۔ آپؑ سجدے سے اٹھے تو آپؑ نے پوچھا کہ تم نے کیا سوال کیا تھا۔ سبھی سوال فراموش کر چکے تھے۔ اب حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ نبوت کے معجزے تو وہ دیکھ چکی ہے۔ اب اسے ظاہری سلطنت اور جاہ وجلال بھی دکھا دیا جائے۔ ملکہ بلقیس سبا کی آمد کی خبر سن کر آپؑ جنوں کو ایک ایسے محل کی تعمیر کا حکم دے چکے تھے، جو شیشے کی چمک لیے ہوئے تھا اور صنعت وحرفت کا بے مثل نمونہ۔ محل میں داخل ہوتے ہی ایک بہت بڑا حوض تیار کیا گیا تھا۔ جس میں پانی بھرا گیا تھا۔ شفاف آبگینوں اور شیشوں سے اتنا خوبصورت فرش بنایا گیا تھا جو دیکھنے میں تالاب معلوم ہوتا تھا وہ محل میں داخل ہونے لگی تو غیر ارادی طور پر پائینچے اٹھا لیے کہ کہیں اس کا لباس گیلا نہ ہو جائے۔ یعنی وہ بلور کے فرش کو پانی سمجھی۔

آپؑ نے فرمایا یہ تو شیشے سے منڈھی ہوئی عمارت ہے اب ملکہ نے اس محل کو، اس کے دستر خوان کی نعمتوں کو، اس کے ملازموں کو، وحوش وطیور اور جن وانس کی اطاعت وفرماں برداری کو اور آپؑ کی حکمت ونبوت کے کرشموں کو دیکھا تو اس کے ہوش جاتے رہے۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ شان وشوکت دیکھی تو اپنا

Marfat.com

محل ، اپنی سلطنت ہیچ نظر آنے لگی۔ اسے اپنا وہ محل جو نہایت وسیع و عریض فنِ تعمیر کا نادر نمونہ تھا، حقیر نظر آنے لگا۔ اس محل کے مغربی و مشرقی حصے میں تین سو ساٹھ، تین سو ساٹھ طاق تھے اور ہر طاق اس انداز سے بنایا گیا تھا کہ ہر روز ایک طاق سے سورج طلوع ہوتا اور مغرب میں اس کے عین سامنے کے طاق سے غروب ہوتا اور دوسرے دن اس سے اگلے طاق سے طلوع ہوتا اور مغربی سمت اگلے طاق میں غروب ہوتا۔ چڑھتے ڈوبتے سورج کی پرستش، ان کا مذہب تھی۔ وہ اپنے محل کو دنیا کے عجائبات میں شمار کرتی رہی تھی۔ لیکن یہاں جو کچھ اس نے دیکھا تو کہنے پر مجبور ہوگئی کہ وہ سچی خبر تھی جو میں نے ترے کاموں اور تری حکمت کے بارے میں اپنے ملک میں سُنی تھی۔ میں نے ان پر بھی یقین نہ کیا تھا جب تک کہ میں نے یہاں آ کر خود نہ دیکھ لیا، بلکہ مجھے تو آدھا بھی نہیں بتایا گیا۔ تیری شان و عظمت تو اس سے کہیں زیادہ ہے جو مجھے معلوم ہوئی تھی۔

ملکہ بلقیس سبا ذہانت و فطانت میں بے مثل تھی۔ وہ جان چکی تھی کہ اس شان و شوکت کا اظہار صرف اس لیے نہیں کہ اس کی اطاعت کی جائے بلکہ اس معجزانہ قدرت کا اظہار اس امر کی جانب اشارہ ہے، اس ہستی کی طرف بلاوا ہے کہ جو ہر چیز پر قادر ہے۔ یوں وہ اپنے شرک پر نادم ہوئی اور اقرار کیا کہ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے رب کی فرماں بردار اور مطیع ہوتی ہوں۔

واضح رہے کہ اس دور میں عام رواج تھا کہ بادشاہ کا مذہب عوام کا مذہب

Marfat.com

ہوتا تھا، اس لیے ملکہ بلقیس سبا کے ایمان لانے کے ساتھ ہی اس کی پوری قوم بھی بہت ممکن ہے کہ ایمان لے آئی ہو۔

ملکہ بلقیس سبا کے ایمان لانے کے واقعے کے بعد کی تفصیل قرآنِ پاک میں موجود نہیں۔ مختلف روایات وتفاسیر اور اسرائیلی روایات میں رقم ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس سبا سے نکاح کر لیا تھا، لیکن اسے اس کے ملک پر برقرار رکھا تھا۔ چنانچہ اس کا قیام یمن میں ہی تھا۔ وہاں آپؑ نے ملکہ سبا کو تین شاندار محل تعمیر کروا کے دیے تھے۔ آپؑ ہر ماہ تین روز وہاں قیام فرماتے۔ اہلِ حبشہ، ملکہ سبا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہُد ہُد بحیثیت مہندس

مہندس عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی علمِ ہندسہ کا عالم اور ماہر اقلیدس کے ہیں۔ اس کے علاوہ نجومی اور جوتشی کو بھی مہندس کہا جاتا ہے۔ پرندوں کے متعلق عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ وہ فہم و شعور اور ادراک سے محروم ہوتے ہیں، لیکن حضرت سلیمانؑ کا ہُد ہُد، اشرف المخلوقات کی سی عقل اور شعور و ادراک رکھتا تھا۔ معاملہ فہمی، سلیقہ مندی اور احکامات کی تکمیل اس کے خاص اوصاف میں سے تھے۔ اس کی دیگر ذمہ داریوں میں سے ایک یہ فرض بھی اسے سونپا گیا تھا کہ دورانِ سفر جب پانی کی ضرورت ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی بصارت عطا کی تھی کہ جس زمین میں پانی ہوتا۔ وہ دور سے دیکھ کر بتا دیتا۔ تختِ شاہی وہیں اتارا جاتا جہاں ہُد ہُد نشان بتاتا۔ پھر وہاں سے زمین کھود کر پانی نکال لیا جاتا اور ضرورت پوری کر لی جاتی۔ اسے یہ بھی علم ہوتا تھا کہ پانی کتنی کھدائی کرنے کے بعد نکلے گا۔ اسے زمین کے اندر کا پانی ایسے دکھائی دیتا، جیسا کہ زمین کے اوپر کی چیزیں دکھائی دیتی ہیں، اسی لیے مختلف مفسرین نے اسے مہندس پرندے کا نام دیا ہے۔

Marfat.com

نقش سلیمانؑ

حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس پر اللہ کا نام کندہ تھا۔ جب آپؑ غسل خانے جاتے تو وہ انگوٹھی اپنی بیوی جرادہ کی حفاظت میں دے جاتے۔ ایک روز آپؑ غسل کے لیے تشریف لے گئے تو صخرہ نام کا شیطان جو آپؑ کا بہت مخالف تھا۔ وہ آپؑ کی شکل میں آیا اور آپؑ کی بیوی سے انگوٹھی لے لی۔ انگوٹھی کا آپؑ سے جدا ہونا تھا کہ تخت و تاج اور سلطنت سبھی کچھ آپؑ کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ سب چیزوں پر شیطان کا قبضہ ہو گیا۔ آپؑ نہایت پریشانی کے عالم میں محل سے نکل گئے۔ اس شیطان نے چالیس دن حکومت کی۔ اصول وضوابط اور احکام میں تبدیلی نے علما اور دیگر اہلِ دربار واہل خانہ کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ یہ سلیمانؑ نہیں اور اگر سلیمانؑ ہی ہیں تو کیا ان کا شعور وادراک درست کام کر رہا ہے۔ علما نے اس کا حل یہ نکالا کہ تخت کے اردگرد تورات کھول کر بیٹھ گئے اور کلامِ الٰہی کی تلاوت شروع کر دی۔ شیطان کے چہار جانب خدا کا کلام پڑھنے سے وہ تیزی سے بھاگ نکلا اور انگوٹھی سمندر میں پھینک دی۔ ادھر سلیمانؑ چلتے چلتے مچھیروں کی بستی کی طرف جانکلے تھے اور مچھیرے کے ہاں ملازمت کر لی۔ دن بھر کے کام کاج کے بعد اجرت کے طور پر آپؑ کو دو

Marfat.com

مچھلیاں دی جاتیں۔ ایک روز آپؒ بھوک سے بے حال ہو رہے تھے جلدی سے مچھلی صاف کرنے کے لیے اُس کا پیٹ چاک کیا تو مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی نکل آئی۔ انگوٹھی کا ملنا تھا کہ اسی لمحہ پرندوں کے جھنڈ نے آ کر آپؒ پر سایہ کر لیا۔ آپؒ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ عوام و خواص نے آپؒ کو پہچان لیا اور معذرت طلب کی۔ بہر حال آپ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش جانا۔

Marfat.com

تختِ سلیمانؑ

صدیوں پرانے تختِ سلیمانؑ کی جدید ارتقائی صورت ہم آج کے تیز ترین خلائی راکٹوں اور جیٹ طیاروں کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔

مختلف تفاسیر اور اسرائیلی روایتوں میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ اورنگ سلیمانؑ ، تختِ سلیمانؑ یا کرسئ سلیمانؑ کے متعلق تفاسیر ابنِ کثیر میں رقم ہے کہ یہ ہاتھی دانت کا بنا ہوا تھا۔ قیمتی ہیرے جواہرات، یاقوت اصل فیروزہ اور زمرد سے سجا ہوا تھا۔ چاروں طرف سونے کی اینٹوں سے حاشیہ بنا ہوا تھا۔ چاروں کونوں پر چاندی کے درخت اور سونے کی ڈالیاں تھیں۔ پتے زمرد کے تھے۔ خوشے موتیوں سے لدے ہوئے تھے جو انگوروں کے خوشوں سے مماثل تھے۔ ہر درخت پر طوطی اور مور موجود تھے۔ بعض مقامات پر سونے کے گدھ کی موجودگی بھی بیان کی گئی ہے۔ تختِ سلیمان کے حدود اربعہ کا تعین بھی کچھ آسان نہیں۔ بعض مقامات پر اس کی لمبائی تین سو کوس بتائی گئی ہے۔

تخت کی سجاوٹ اور طول و عرض کے سلسلے میں جو مختلف روایتیں بیان کی گئی ہیں ان میں مبالغہ بلکہ غلو سے کام لیا گیا محسوس ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے جب

Marfat.com

آپ تخت شاہی پر قدم رکھتے تو وہ ہیبت سے حرکت میں آ جاتا۔ ہوا کو حکم دیتے۔ ہوا اُسے لے اُڑتی اور جہاں پہنچانے کا حکم دیا جاتا وہاں پہنچا دیتی۔ دوران سفر میں پرندوں کے جھنڈ پورے تخت پر اپنے پروں کا سایہ کیے رکھتے۔ شام سے یمن اور یمن سے شام ایک ماہ کی مسافت پر تھا، لیکن یہ تخت آدھے دن میں لے جاتا۔

Marfat.com

گھوڑوں کی دیکھ بھال، تسخیر ہوا

"ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ نامی فرزند عطا فرمایا۔ جو بہت خوب بندے تھے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ جب شام کے وقت ان کے سامنے خاص تیز دوڑنے والے گھوڑے پیش کیے گئے تو کہنے لگے میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر ان گھوڑوں کی محبت کو ترجیح دی۔ یہاں تک کہ سورج پردے میں چھپ گیا۔ تو بولے کہ ان کو واپس لاؤ۔ پھر ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔"

القرآن: (۳۸:۳۳۔۳۰)

حضرت سلیمانؑ کے زمانہ بادشاہت میں ان کے سامنے شاہی اصطبل کے گھوڑے پیش کیے گئے۔ جہاد کی غرض سے پرورش کیے گئے ان گھوڑوں کی بہت دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ ایک قول کے مطابق ان کی تعداد بیس تھی۔ بعض روایات میں ان کی تعداد ایک ہزار ہے۔ ابراہیم تیمی نے ان کی تعداد بیس ہزار بتائی ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ یہ گھوڑے پردار تھے۔ حضرت سلیمانؑ ان گھوڑوں کے قد وقامت اور صحت دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور انھیں دیکھنے میں اس

Marfat.com

حد تک محو ہوئے کہ عصر کی نماز، وظیفے یا دُعا کا خیال ہی نہ رہا۔ جب انھیں اس بات کا احساس ہوا تو بہت پشیمان ہوئے کہ مال کی محبت میں خدا کی طرف سے غافل ہو گیا تھا۔ اسی غم و غصے کی حالت میں دوبارہ گھوڑے منگوائے اور تمام گھوڑے ذبح کر دیے جو اس کوتاہی کا سبب بنے تھے کہ میں ایسی چیز اپنے پاس رکھنا ہی نہیں چاہتا، جو مجھے خدا کی یاد بھلا دے، چنانچہ ان کی کوچیں کاٹ دی گئیں۔ ان کی گردنیں ماردی گئیں۔ اللہ کی رضا اور محبت کے لیے بہترین گھوڑے، اظہارِ ندامت میں ذبح کرنے پر اللہ کو ان کی قربانی پسند آئی اور انھوں نے حضرت سلیمانؑ کو ایک اور ایسے انعام سے نوازا جو صرف انھی سے مخصوص ہے، یعنی ہوا ان کے لیے مسخر کی گئی۔ دوسری روایت جو حضرت حسن بصریؒ سے منسوب ہے، وہ یہ ہے کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال میں نماز عصر ذہن سے محو ہو گئی۔ جب وقت نکل گیا تب یاد آیا۔ گھوڑوں کو اصطبل سے دوبارہ منگوایا اور ان کی گردنوں پر، پنڈلیوں پر ہولے ہولے مارنا شروع کیا اور فرمایا کہ آئندہ تم اللہ کی یاد میں مخل نہ ہونا۔

تیسری روایت عبداللہ بن عباسؓ سے ہے، جہاں نمازِ عصر کے قضا ہونے کا کہیں ذکر نہیں ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ جہاد کی تیاری کے لیے گھوڑوں کا معائنہ کیا اور انھیں بہترین حالت میں پایا تو خوش ہو کر فرمایا کہ ان گھوڑوں سے میری محبت ایسی مالی محبت میں شامل ہے جو اللہ ہی کی یاد کا ایک حصہ ہے۔ گھوڑوں کے جانے کے بعد انھیں واپس بلایا تو صرف اس خیال سے کہ وہ جہاد میں شریک ہوں گے تو آلات جہاد سے مانوس کرنے کے لیے یہ آلات و ہتھیار ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر پھیرنے

Marfat.com

لگے کہ کہیں وقت جہاد، نامانوسیت کی بنا پر وہ ان سے خوفزدہ نہ ہو جائیں۔ امام ابن جریرؒ بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ بلاوجہ جانوروں کو ایذا پہنچانا ممنوع ہے۔ ظاہر ہے نماز کے قضا ہونے میں جانوروں کا قصور نہ تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں بہترین گھوڑے ذبح کروادیے جاتے۔

مفسرین کا ایک گروہ ان آیات کی یہ تفسیر کرتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جب اعلیٰ درجے کے اصیل گھوڑوں کا ایک دستہ پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، یہ مال مجھے کچھ اپنی بڑائی کی غرض سے یا اپنے نفس کی خاطر محبوب نہیں ہے۔ بلکہ ان چیزوں سے دلچسپی کو میں اپنے رب کا کلمہ بلند کرنے کے لئے پسند کرتا ہوں پھر انہوں نے گھوڑوں کی دوڑ کرائی یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اُن کو واپس طلب فرمایا اور جب وہ آئے تو بقول ابن عباسؓ حضرت ان کی گردنوں پر اور ان کی پنڈلیوں پر محبت کے ہاتھ پھیرنے لگے" مقصود دراصل یہ بتانا ہے کہ دیکھو وہ ہمارا ایسا اچھا بندہ تھا، بادشاہی کا سروسامان اس کو دنیا کے خاطر نہیں بلکہ ہماری خاطر پسند تھا اپنے شاندار رسالے کو دیکھ کر دنیا پرست فرمانرواؤں کی طرح اس نے ڈینگیں نہیں ماریں بلکہ اس وقت بھی ہم ہی اس کو یاد آئے۔

حضرت سلیمانؑ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا، جس کی مدد سے وہ جہاں چاہتے بہت جلد بغیر کسی مشکل اور مشقت کے آسانی سے پہنچ جاتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا کیا گیا تھا کہ پہاڑوں اور پرندوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا۔ یعنی جب داؤد علیہ السلام تلاوت فرماتے تو پہاڑ اور

Marfat.com

پرندے خود بخود ان کی آواز میں آواز ملا کر تلاوت کرنے لگتے۔ ان کے حکم کے منتظر نہ رہتے، جبکہ ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو مسخر کیا۔ ہوا ان کے حکم کے تابع تھی۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہیں جانا ہوتا، ہوا کو حکم دیا جاتا وہ وہاں پہنچا دیتی۔ جہاں آپؑ اترنا چاہتے وہاں اتار دیتی۔ جب آپؑ واپسی کا حکم دیتے آپؑ کو مطلوبہ جگہ پہنچا دیتی۔

اورنگِ سلیمانؑ یعنی تختِ سلیمانؑ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت سلیمانؑ کے لیے ایک بڑا انعام تھا۔ بعد کے قصہ کہانیوں میں اس نے جادوئی قالین کی صورت اختیار کر لی جو لمحوں میں مرکزی کردار کو اس کے مطلوبہ مقام پر پہنچا دیا کرتا۔ آج کی ترقی یافتہ سائنسی دنیا میں اس کی جگہ برق رفتار ہوائی جہازوں نے لے لی ہے۔

حضرت سلیمانؑ کا حکم ملتے ہی ہوا، اس عظیم الشان تخت کو لے اُڑتی اور جہاں پہنچانے کا حکم ہوتا، وہاں جا کر اتار دیتی۔ یہ ہوائی تخت صبح سے دوپہر تک ایک مہینے کی مسافت طے کر لیتا تھا اور دوپہر سے شام تک ایک مہینے کی۔ یعنی ایک دن میں وہ دو ماہ کی مسافت طے کر لیا کرتا تھا۔

ایک اہم صفت اس ہوا کی یہ تھی کہ یہ ہوا سخت اور تیز بھی تھی اور نرم اور ہلکی بھی۔ یہ دونوں متضاد صفات اس میں یکجا کر دی گئی تھیں۔ ہوا اپنی ذات میں بہت تیز اور سخت تھی۔ جس کے باعث مہینوں کا فاصلہ گھنٹوں میں طے کر لیتی لیکن نرم ایسی کہ فضا میں گرد و غبار اور تلاطم پیدا نہ ہوا کرتا۔ تخت ہوا کے زور پر روانہ ہوتا لیکن پرندے

Marfat.com

اس کی شدت سے محفوظ رہتے۔

امام رازیؒ کے مطابق حضرت سلیمانؑ ایک مرتبہ شدید علیل ہوئے۔ حالت اس قدر غیر ہوئی کہ تخت پر بٹھائے گئے تو جسم بے روح معلوم ہو رہا تھا۔ جب اللہ نے انھیں صحت عطا کی تو انھوں نے پہلے اپنی مغفرت طلب کی اور پھر بے چارگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ دُعا کی۔

''اور بے شک ہم نے سلیمانؑ کو آزمایا اور ڈال دیا ہم نے اس کی کرسی پر ایک جسم پھر وہ اللہ کی جانب رجوع ہوا۔ کہا اے پروردگار میری مغفرت کر اور مجھے ایسی بادشاہت عطا کر کہ میرے بعد کسی کے شایانِ شان نہ ہو۔ بے شک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔''

القرآن: (۳۸:۳۵-۳۴)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دُعا قبول کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بہت سے انعامات اور اعزازات سے نوازا۔ وہ معجزے عطا کیے کہ جن کے سبب آپؑ نے بنی نوع جن وانس کے لیے بے شمار مفید وتعمیری کام سرانجام دیے۔

''ہم نے سمندروں کی بادتند سلیمانؑ کے لیے مسخر کر دی تھی۔''

ظاہر ہے یہ وہ عہد ہے کہ جب دخانی جہاز ابھی ایجاد نہ ہوئے تھے۔ سفر کا ذریعہ بالعموم خشکی کے جانور اونٹ گھوڑے تھے، لیکن حضرت سلیمانؑ کو تسخیر ہوا کا معجزہ عطا ہوا تو بڑے بڑے بادبانی جہاز چلنے لگے۔ یوں سمندری ہوائیں بار برداری اور نقل وحرکت کے لیے مددگار ثابت ہونے لگیں۔ بحری سیر وسفر کا ذریعہ یہی ہوائیں بنیں، جو مختلف سمتوں میں چلتی تھیں، جس طرح گھڑی کی سوئیاں ایک معین رفتار سے

Marfat.com

چلنے پر مجبور ہیں۔ اسی طرح ان ہواؤں کے اوقات کار اور سمتیں بھی معین تھیں، جن میں کبھی فرق نہ آیا۔ یہ بحری ہوائیں اتنی تند و تیز تھیں کہ بڑے بڑے بحری جہازوں کو لہروں کے دوش پر اِدھر سے اُدھر اپنی متعین جگہ پر نہایت آسانی سے پہنچا دیتی تھیں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ ہی وہ پہلے فرد تھے کہ جنھوں نے بحری سفر کا ذریعہ دریافت کیا اور اس سے مملکت کی فلاح و بہبود کا کام لیا۔ حضرت سلیمانؑ کے عہد میں ہندوستان اور مغربی جزائر تک تجارتی آمد و رفت کا ایسا سلسلہ بن گیا تھا کہ جس سے ملکی تجارت کو بہت وسعت ملی اور درآمدات و برآمدات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ فلسطین کے مغرب و شمال میں بحرِ متوسط اور جنوب میں بحرِ احمر موجود ہے۔ ان دونوں سمتوں کے درمیان جہازوں کے سفر کے لیے متضاد سمتوں سے چلنے والی ہوائیں سفر آسان کر دیتیں۔

Marfat.com

جادُو کے علم کا الزام

حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق بنی اسرائیل نے اپنی تحریف شدہ کتابوں میں جو الزام تراشیاں کیں اور بہتان لگائے، قرآن کریم میں ان کی واضح تردید کی گئی ہے اور حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی معصومیت، عظمت، نیکی اور پاکیزگی کو اجاگر کیا گیا ہے۔

حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا کی طرف سے جو معجزے عطا ہوئے تھے اور وہ صلاحیتیں اور استعداد جن سے تمام انسان محروم تھے، خدا نے انھیں بخش دی تھیں۔ قوم شیطان نے بنی اسرائیل کو راہ سے بھٹکانے کے لیے یہ الزام عائد کیا کہ حضرت سلیمانؑ نعوذ باللہ جادوگر تھے۔ سحر اور ٹونے کے زور پر وہ اتنا عرصہ شاندار حکومت کرتے رہے۔ شیطان نے جنوں اور انسانوں کو طرح طرح کے بہکاوے دیے۔ جادُو کے نئے نئے انداز سکھائے اور انھیں کتابی صورت میں بھی ترتیب دیا۔ نتیجتاً بنی اسرائیل تورات و زبور کو پسِ پشت ڈال کر اس جادو کی کتاب کو الہامی کتاب سمجھنے لگے۔ جادُو سیکھنے اور سکھانے کا عمل تیز تر ہوتا گیا۔ وہ جو اہل شعور تھے، اہلِ ایمان تھے۔ اُنھوں نے اپنی قوم کو اس خرافات سے باز رکھنے کی

Marfat.com

کوشش کی تو اُنھوں نے جواب دیا کہ اس علم کو غلط کیسے کہا جا سکتا ہے۔ جو حضرت سلیمانؑ کا سکھایا ہوا ہے اور اسی علم کے زور پر وہ جن وانس اور وُحوش وطیور پر اتنی شان سے حکومت کر گئے۔ ان خرافات کا آغاز حضرت سلیمانؑ کی زندگی میں ہی ہو چکا تھا۔ یہ بات بھی پھیلا دی گئی تھی کہ جن علم غیب کے مالک ہیں، جبکہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے۔ جب یہ بات مشہور ہوگئی تو حضرت سلیمانؑ نے شیاطین کی تمام تحریروں کو حاصل کر کے اپنے عظیم الشان تخت کے نیچے دفن کر دیا تا کہ کوئی اُن تک پہنچ نہ سکے اور وہاں سے انھیں نکالا نہ جا سکے۔ ساتھ ہی حضرت سلیمانؑ نے اعلان کیا کہ جو جنوں کو علم غیب کا جاننے والا، مانے گا اور جادُو پر عمل کرے گا، وہ واجب القتل ہے۔ اسی اثنا میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ شیاطین کو آزادی مل گئی۔ انھوں نے بغیر خوف کے وہ پلندہ جو جادُو سے متعلق ان کے تخت کے نیچے دفن تھا، نکال لیا اور مشہور کر دیا کہ یہ دیکھو یہ جادُو کا علم ہمارا نہیں بلکہ حضرت سلیمانؑ کا ہے اور اسی کے زور پر وہ ہواؤں کو تسخیر کرتے، جنوں کو تابع رکھتے اور پرندوں سے گفتگو کر لیا کرتے تھے۔ یوں شیاطین نے جادو کے برحق ہونے کا جواز پیدا کر لیا۔ اب ایسے میں کہ جب حضرت سلیمانؑ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور دیگر کوئی نبی ان کی راہِ ہدایت کے لیے ابھی سامنے نہیں آیا۔ قوم کے بگڑنے کے امکانات بڑھتے جا رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی آزمائش کے لیے بابل کے مقام پر ہاروت و ماروت نام کے دو فرشتے نازل کیے۔ یہ دونوں فرشتے جادو کے علم میں اور علوی علم الاسرار یعنی اسمائے صفات الٰہی کے علم میں فرق بتاتے تھے۔ جب وہ بنی اسرائیل پر

Marfat.com

علوی علم الاسرار کے معنی و مفاہیم واضح کر دیتے تو کہتے کہ اب جبکہ تم حق و باطل کا فرق جان چکے ہو۔ اب اگر تم اللہ کے علم کو نظر انداز کر کے سحر کی طرف راغب ہو گے تو پھر یقینی طور پر کفر کے مرتکب ہو گے، لیکن بنی اسرائیل کی فطرت، اپنی روایات پر قائم رہی اور حق کو باطل کے ساتھ ملانے لگی۔ وہ بنی اسرائیل کو یہ کہہ کر جادو سکھاتے کہ تم سیکھنا چاہتے ہو تو ضرور سیکھو۔ مگر تم اسے سیکھو گے، اس پر عمل کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے اور جب بنی اسرائیل اصرار کرتے تو انھیں وہ مشہور جادو سکھا دیتے جس کے باعث شوہر اور بیوی میں تفریق ہو جاتی اور لڑائی جھگڑے بڑھنے لگتے۔

اسرائیلی روایات میں یہ بات یوں بیان کی جاتی ہے کہ ہاروت و ماروت نامی فرشتوں نے اللہ کے سامنے اس کی مخلوق جو تمام مخلوقات میں اشرف ہے، کا مذاق اڑایا کہ یہ انسان تیری کیسی مخلوق ہے کہ تیری عطا کی ہوئی نعمتوں کے بدلے شکر اور اطاعت و عبادت کرنے کی بجائے تیری نافرمانی کرتی ہے۔ اللہ کو یہ انداز پسند نہ آیا۔ اس نے کہا کہ دنیا جگہ ہی ایسی ہے۔ اگر تم دنیا میں ہوتے تو تم بھی یہی کچھ کرتے۔

فرشتوں نے خود پر اعتماد ظاہر کیا اور کہا کہ ایسا ممکن نہیں۔ تب دنیا کی آزمائش گاہ میں ان دونوں کو اتارا گیا۔ یہاں وہ ایک حسین عورت زہرہؓ کے عشق میں گرفتار ہوئے۔ اس نے شراب نوشی، بت پرستی اور قتل و غارت گری، شرطِ دوستی رکھی۔ جس پر انھوں نے یہ تمام کام کیے۔ زہرہؓ نے ان سے آسمان کی طرف پرواز کرنے کا اسمِ اعظم سیکھا۔ اسے پڑھ کر وہ آسمان پر چلی گئی اور یہ دونوں فرشتے خدا کے عذاب سے بچ نہ سکے اور بابل کے کنویں میں قید الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور جادو سیکھنے والوں

Marfat.com

کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ تمام تفصیلات بنی اسرائیل نے گھڑی ہیں جبکہ قرآنِ پاک میں صرف اتنا بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت سلیمانؑ پر جادو کی نسبت الزام تراشی کی ہے جبکہ یہ کام شیاطین کا تھا۔ حضرت سلیمانؑ کا نہ تھا۔

Marfat.com

فنِ تعمیر

اللہ تعالیٰ نے جنوں کو وہ قوت و طاقت عطا کی ہے جس کے باعث وہ سخت سے سخت کام سرانجام دے لیتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب یہ ارادہ کیا کہ ہیکل کے اردگرد ایک شہر بسایا جائے اور ہیکل کی تعمیر بھی ازسرِ نو شایانِ شان طریقے سے کی جائے تعمیر شہر اور ہیکل کے لیے بیش قیمت بھاری پتھروں کی ضرورت تھی۔ یہ کام جن ہی کر سکتے تھے۔ آمد و رفت کے وسائل کے بغیر وہ یہ بھاری اور قیمتی پتھر دور دراز سے اکٹھے کر کے لاتے اور تعمیر شہر اور ہیکل میں صرف کرتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام فنِ تعمیر میں خصوصی دلچسپی رکھتے تھے۔ پرشکوہ عمارات، عظیم الشان قلعے اور عبادت گاہوں کے لیے ضروری تھا کہ ان کی پائیداری و استحکام میں کوئی شبہ نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تعمیرات کی مضبوطی کے لیے گارے چونے کے بجائے پگھلی ہوئی دھات استعمال کرنا چاہتے تھے، لیکن اتنی بڑی تعداد میں دھات کہاں سے میسر آئے پھر اسے پگھلایا کیسے جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے آسانی پیدا کی اور انھیں پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے عطا کیے۔ والد کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جاتا تھا اور فرزند کو پگھلے ہوئے تانبے کے

Marfat.com

ذخیرے مل گئے کہ تانبا پگھلانا بھی آسان نہیں اور پھر یہ گرم بھی نہ تھا، تاکہ آسانی سے اس سے برتن اور دوسرے آلات بنا لیے جائیں۔ یہ اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان چشموں سے آگاہ کیا، جن کا تانبا پانی کی طرح مائع حالت میں تھا۔ اس سے پہلے یہ چشمے کسی کے علم میں نہ تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایات ہے کہ یہ چشمہ اتنی دور جاری ہوا، جس کی مسافت تین دن اور تین رات میں طے ہو سکے۔ یہ چشمے یمن میں تھے۔ حضرت عابدؒ سے روایات ہے کہ یمن سے جاری اس چشمے سے تین دن اور تین رات کی مسافت تک، پگھلا ہوا تانبا بہتا رہا۔

حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم ہوا تو یہ ہدایت بھی کی گئی کہ لوہے کی آواز سنی نہ جائے۔ آپ نے کئی تدابیر کیں جو ناکام رہیں۔ تعمیراتی شور اٹھتا ہی رہا۔ آپ نے سنا کہ سمندر میں ضحرہ نام کا شیطان ہے جو یہ ترکیب بتا سکتا ہے۔ آپ نے نقشِ سلیمانؑ سے اس کے کندھوں کے درمیان مہر لگائی یہ بے بس ہو کر آپ کا حکم بجالانے پر مجبور ہو گیا۔

کہا جاتا ہے کہ مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمانؑ کے عہد میں انھی کی زیرِ نگرانی ہوئی، لیکن یہ درست نہیں حضرت یعقوبؑ نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی اور عرصۂ دراز کے بعد جب ان کے نشان بھی معدوم ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدا کے حکم سے مسجد اور شہر کو از سرِ نو بسایا۔

''ایک اور روایت کے مطابق بیت المقدس کی تعمیر بھی حضرت ابراہیم کے ذریعے بیت اللہ کی تعمیر سے چالیس سال بعد ہوئی اور حضرت

Marfat.com

سلیمان علیہ السلام نے جو بیت المقدس کی تعمیر کی یہ بھی بیت اللہ کی طرح نئی اور ابتدائی تعمیر نہ تھی۔ بلکہ سلیمان علیہ السلام نے بنائے ابراہیمی پر اس کی تجدید کی ہے۔"

(معارف القرآن جلد دوم۔ص ۱۱۶)

یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے حضرت آدمؑ کے تعمیر کردہ خانہ کعبہ کو ہزاروں سالوں بعد، جب اس کے نشانات غائب ہو چکے تھے، اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم نے دوبارہ بنایا۔

"حضرت سلیمانؑ نے اپنی تخت نشینی کے چار برس اور دو ماہ بعد ہیکل کی تعمیر شروع کی اور خروج موسیٰؑ اور مصر سے پانچ سو بانوے برس بعد اور ابراہیمؑ کے عراق سے نکل کر ملک کنعان میں آباد ہونے سے ایک ہزار بیس برس بعد اور طوفانِ نوح سے ایک ہزار چار سو چالیس برس بعد اور آدمؑ کی پیدائش سے تین ہزار ایک سو دس برس بعد ہیکل کی تعمیر شروع ہوئی۔"

(قصص الانبیاء۔ص ۶۱۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ان پر شکوہ عمارات کی تعمیر میں سرکش اور باغی جن بے چون و چرا ہمہ وقت مصروف عمل رہتے۔

"اور شیطان (سرکش جنوں) میں سے ہم نے مسخر کر دیے جو اس سلیمان علیہ السلام کے لیے سمندروں میں غوطے مارتے یعنی بیش قیمت بحری اشیا نکالتے اور اس کے علاوہ اور بہت سے کام انجام دیتے اور ہم

Marfat.com

ان کے لیے نگہبان ونگراں تھے۔"

القرآن: (۸۲:۲۱)

حضرت سلیمان علیہ السلام جو کام چاہتے ان جنوں سے لیتے، جو جن اپنی سرکشی کی عادت کی بنا پر ان کا حکم ماننے سے انکار کرتا فوراً آگ میں بھسم کر دیا جاتا۔ بے شک جنات آگ سے بنے ہیں۔ مگر خالص اور تیز آگ انھیں بھی جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

"اور جنوں میں سے وہ تھے جو اس کے سامنے خدمات انجام دیتے۔ اس کے پروردگار کے حکم سے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم کی خلاف ورزی کرے۔ ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے۔ وہ اس کے لیے بناتے جو کچھ وہ (سلیمان علیہ السلام) چاہتا تھا۔ قلعوں کی تعمیر، ہتھیار اور تصاویر اور بڑے بڑے لگن جو حوض کی مانند تھے اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی بڑائی کی وجہ سے ایک جگہ جمی رہیں۔ اے آلِ داوٗد! شکر گزاری کے کام کرو۔ میرے بندوں میں سے تم سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔"

القرآن: (۱۳:۳۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر بہت بڑا تھا۔ جن بہت بڑے حوض تعمیر کرتے جس میں پانی موجود رہتا۔ پھر بڑی بڑی دیگیں بناتے جو اتنی وزنی تھیں کہ ہلائی نہ جا سکیں، ممکن ہے کہ یہ دیگیں اور چولھے پتھروں، چٹانوں کو تراش کر جن بناتے ہوں تاکہ ان میں اتنی بڑی فوج کے لیے کھانا تیار کیا جا سکے۔

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام دونوں کو ہی خدا نے اپنے بہت سے انعامات سے نوازا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے نہایت سخت اجسام کو موم کر دیا جیسے کہ پہاڑ اور لوہا، جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ان لطیف اجسام کو مفتوح کر دیا جو دکھائی بھی نہ دے سکیں۔ مثلاً ہوا۔ جنات وغیرہ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جہاں حضرت داؤد علیہ السلام کے قائم کردہ علمی، مذہبی، معاشرتی احکام و روایات کی پاسداری کی اور انھیں آگے بڑھایا، وہیں ان کی تشنہ خواہشات کی تکمیل بھی کی اور ان میں سب سے اہم بیت المقدس کی تعمیر کی خواہش تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنے لیے ایک گھر بنانے کا حکم دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی تو وحی نازل ہوئی کہ تم نے میرے گھر سے پہلے اپنا گھر بنا لیا۔ آپ نے فوراً ہی تعمیر مسجد کے لیے کام شروع کر دیا، بنیادیں بھری گئیں۔ دیواریں کھڑی کی گئیں لیکن جب تمام دیواریں مکمل ہو گئیں تو اچانک کھڑی دیواروں کا ایک تہائی حصہ گر گیا۔ آپؑ نے اللہ سے فریاد کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مسجد کی تعمیر تیرے نصیب میں نہیں۔ آپؑ غمزدہ ہوئے تو یہ نوید دی گئی کہ اسے تیرا بیٹا سلیمانؑ مکمل کرے گا۔

__بیت المقدس:__ مسلمانوں کا قبلۂ اول، حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد اس شہر میں رکھی کہ جسے بیشتر انبیا کی سرزمین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یروشلم، جو تینوں الہامی مذاہب کے ماننے والوں یعنی عیسائی، یہودی اور

Marfat.com

مسلمانوں کے لیے بے حد قابلِ احترام ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے یہاں ۳۳ برس تک نظامِ حکومت سنبھالے رکھا، اگر چہ آپؑ کا زیادہ تر دور پر آشوب رہا۔ جنگ وجدل کا بازار بھی گرم رہا لیکن ایک فائدہ یہ ہوا کہ اسرائیلی جو تفرقوں میں بٹے، ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے۔ بیرونی دشمنوں سے مقابلے کے لیے آپس کے اختلافات بھلا کر متحد ہو گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خواہش تھی کہ ان میں اتحاد و یگانگت بڑھانے کے لیے ایک عظیم الشان عبادت گاہ کا قیام ضروری ہے کہ جہاں یہ تمام اکٹھے عبادت کریں۔ اسرائیلی روایات کے مطابق انھیں خواب میں اشارہ دیا گیا تھا کہ ان کی آرزو ضرور پوری ہوگی لیکن ان کے بیٹے سلیمانؑ کے دورِ حکومت میں، چنانچہ اسی مقام پر جسے حضرت داؤدؑ منتخب کر گئے تھے۔ تعمیر مسجد کا کام شروع کیا گیا۔ مدتِ تعمیر میں البتہ اختلاف ہے۔ بعض مقامات پر درج ہے کہ ہیکل کی تعمیر میں تیرہ برس صرف ہوئے۔

قصص القرآن میں عرصہ تعمیر سات سال بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح اس بات میں بھی تضاد پایا جاتا ہے کہ تعمیر میں کتنے نفوس شامل تھے۔ کیا صرف جن میں شامل تھے یا جن وانس دونوں نے اس کی تعمیر میں کام کیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق تیس ہزار نفر (جن وانس) اس کام میں مسلسل مصروف رہے تب کہیں جا کر یہ عمارت مکمل ہوئی۔

اسرائیلی روایات کے مطابق دو لاکھ افراد اس کی تعمیر میں مصروف عمل رہے۔ تورات میں کئی مقامات پر ان تعمیری خدمات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

''اور یہی باعث ہے جس سے سلیمانؑ بادشاہ نے لوگوں کی بیگار لی کہ خداوند کا گھر (مسجد اور شہر یروشلم) اور اپنا قصر (قصرِ سلیمان) اور (شہر) ملو اور یروشلم کی شہر پناہ..... اس کے سرداروں کے شہر بنائے اور جو کچھ سلیمانؑ کی تمنا تھی سو یروشلم میں اور لبنان میں اور اپنی مملکت کی ساری زمین میں بنائے۔''

(قصص القرآن صفحہ ۱۱۰۔۱۱۱)

اس کی مثال یوں لی جاسکتی ہے کہ جیسے برِصغیر میں مغل بادشاہوں کا دورِ حکومت بڑا شاندار رہا، لیکن شاہ جہاں نے فنِ تعمیر کے حوالے سے بڑا کام کیا اور انجینئر بادشاہ کے لقب سے مشہور ہوا، اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے فنِ تعمیر میں دلچسپی کے باعث ایسی عظیم الشان عمارات اور شہر تعمیر کیے اور بستیاں بسائیں جو انھی سے مخصوص ہیں۔ صرف بیت المقدس کا ہی تذکرہ کیا جائے تو اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

بیت المقدس: جو ہیکل سلیمانی کے نام سے مشہور تھا، بائیبل کے مطابق فن تعمیر کا ایسا عظیم الشان شاہکار تھا جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی لیکن اس دنیا کا دستور ہے کہ جو آیا اسے جانا ضرور ہے۔ جو بنا ہے اسے فنا ہونا ہے۔ بیت المقدس بھی اپنی تمام تر مضبوطی پائداری اور شاہانہ استحکام کے باوجود امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں بنتا، بگڑتا، مٹتا اور پھر بنتا رہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل اپنی پرانی روش پر آ گئے۔ بت پرستی پھر رواج پا گئی اور ساتھ ہی تمام برائیاں بھی عود آئیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے رجعام کی تخت نشینی کو پانچ سال ہوئے

Marfat.com

تھے کہ شاہِ مصر نے یروشلم پر حملہ کیا اور ہیکل سلیمانی سے تمام نایاب وقیمتی اشیا بھی سمیٹ لے گیا۔ ۷۰ ۴ قبل مسیح میں پھر ہیکل سلیمانی سے تورات و دیگر صحائف غائب ہوئے۔ ہیکل میں موجود تابوت سکینہ ایسا غائب ہوا کہ جس کا علم آج تک نہ ہو سکا۔

جواہر التفسیر اور دائرۃ المعارف کے مطابق تابوت سکینہ اور حضرت موسیٰؑ کا عصا بحیرہ طبریہ میں ہے اور قیامت کے قریب دونوں کا ظہور ہوگا۔

۵۳۹ قبل مسیح میں شاہ ایران نے فتح کے بعد یہودیوں کو اپنے وطن یروشلم جانے کی اجازت دی تو ہیکل دوبارہ تعمیر کیا گیا لیکن ۶۳ قبل۔ مسیح میں روسی شہنشاہ نے شہر پر قبضہ کر کے ہیکل کو پھر تباہ و برباد کر دیا۔ ہیرودِ اعظم کے دور میں بیت المقدس کی عظمت بحال ہوئی ۷۰ء میں اسے آتش زنی سے بہت نقصان پہنچا۔ ۱۳۵ء میں دوبارہ تعمیر کیا گیا لیکن رومی برداشت نہ کر سکے۔ انھوں نے ہل چلوا دیے۔ ۱۳۶ء میں اسے پھر تعمیر کیا گیا۔ اس کی تباہی کے بعد یہاں غلاظت کے سوا کچھ نہ تھا۔

دین اسلام کے ظہور کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المقدس کے کھنڈرات پر ایک سادہ سی مسجد تعمیر کرائی اور وہ مقام تلاش کیے جہاں سے آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے اور اپنے ہاتھوں سے صفائی کی۔ حضرت بلالؓ نے اذان دی اور آپؓ نے نماز پڑھائی۔

یہودی، عیسائی اور مسلمان تینوں مذاہب کے لیے اس مقام کی عظمت اور عقیدت ڈھکی چھپی نہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے اس مقام کی فضیلت اس طرح بیان کی ہے کہ مسجد حرام مکہ مکرمہ، مسجدِ نبوی، مدینہ منورہ کے بعد اگر کوئی تیسرا سفر زیارت جائز ہے تو وہ مسجد اقصیٰ کا ہے۔ اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب ۲۵ ہزار نمازوں

Marfat.com

کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کا قبلہ اول کہ حضور ﷺ ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے، امامت کراتے رہے۔ دورانِ نماز ہی، آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق قبلہ کا رخ خانہ کعبہ کی جانب کر دیا گیا۔ معراج کے لیے بھی آپ ﷺ اسی مقام سے عرشِ بریں پر لے جائے گئے تھے۔ یہیں آپ ﷺ نے سابقہ انبیائے کرام علیہ السلام کی نماز کی امامت کروائی تھی۔ ہیکل سلیمانی یا بیت المقدس جسے مسلمان مسجد اقصیٰ اور حرم شریف کے نام سے اور یہودی بیت اللحم کے نام سے پکارتے ہیں، کی موجودہ تعمیر پانچویں اموی خلیفہ عبدالمالک بن مروان نے ۶۹۰ء میں شروع کرائی۔ عموماً مسجد اقصیٰ سے مراد پورا رقبہ حرم لیا جاتا ہے۔ بیت المقدس کے خاص خاص مقامات کا مختصر ذکر تاکہ اندازہ ہو سکے کہ اس مقام کی اہمیت کیا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے ان کے پیروکاروں نے اسے کس انداز میں تعمیر کیا تھا۔

مسجد اقصیٰ بیت المقدس کے جنوب مشرقی گوشے میں واقع ہے۔ اس کی عمارت بہت وسیع ہے۔ سنگ مرمر سے تعمیر کردہ اس مسجد کے پندرہ دروازے ہیں جن میں ایک پیتل سے بنایا گیا ہے۔

بیت المقدس میں استعمال ہونے والی لکڑیاں، کوہ لبنان پر تراشی جاتیں اور بیت المقدس بھیجی جاتیں۔ سنگ تراش بھی تعمیر کے لیے بڑے بڑے پتھروں کی وہیں تراش خراش کرتے اور پھر شہر لاتے۔ حضرت سلمان علیہ السلام نے پائداری کے خیال سے بہت گہری بنیادیں کھدوائیں۔ تمام عمارت میں سنگ مرمر استعمال کیا گیا۔ سرو کے شہتیر اور تختے کام میں لائے گئے، دیواروں اور چھتوں کو سونے کی

Marfat.com

چادروں سے منڈھ دیا گیا۔ ہیکل کے اندرونی حصے کو مقدس کمرہ قرار دیا گیا اور یہاں تابوت سکینہ محفوظ کیا گیا، ہیکل کے دروازے پر سونے کی چادریں چڑھادی گئیں۔ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تابوت سکینہ کا مختصر تعارف کرادیا جائے۔

سورہ بقرہ میں بیان ہے۔ ''خدا کی طرف سے اس کے بادشاہ مقرر ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے عہد میں وہ صندوق تمہیں واپس مل جئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے سکونِ قلب کا سامان ہے۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے سکون قلب کا سامان ہے۔ جس میں آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں اور جس کو فرشتے سنبھالے ہوئے ہیں۔'' القرآن: (۲۴۸:۲)

اس آیت کی تفسیر میں سید ابو اعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں رقمطراز ہیں ''بائبل کا بیان اس باب میں قرآن سے کسی حد تک مختلف ہے تاہم اس سے اصل واقعہ کی تفصیلات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صندوق جسے بنی اسرائیل اصطلاحاً ''عید کا صندوق'' کہتے تھے، ایک لڑائی کے موقع پر فلسطینی مشرکین نے بنی اسرائیل سے چھین لیا تھا۔ لیکن یہ مشرکین کے جس شہر اور جس بستی میں رکھا گیا وہاں وبائیں پھوٹ پڑیں۔ آخر کار انہوں نے خوف کے مارے اسے ایک بیل گاڑی پر رکھ کر گاڑی کو ہانک دیا۔ غالباً اسی معاملہ کی طرف قرآن ان الفاظ میں اشارہ کرتا ہے کہ اس وقت وہ صندوق فرشتوں کی حفاظت میں تھا۔ کیونکہ وہ گاڑی بغیر کسی گاڑی بان کے ہانک دی گئی تھی۔ اور اللہ کے حکم سے یہ فرشتوں ہی کا کام تھا

Marfat.com

کہ وہ اسے چلا کر بنی اسرائیل کی طرف لے آئے۔ رہا یہ ارشاد کہ ''اس صندوق میں تمہارے لیے سکون قلب کا سامان ہے'' تو بائبل کے بیان سے اس کی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل اس کو بڑا متبرک اور اپنے لئے فتح و نصرت کا نشان سمجھتے تھے جب وہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا تو پوری قوم کی ہمت ٹوٹ گئی اور ہر اسرائیلی یہ خیال کرنے لگا کہ خدا کی رحمت ہم سے پھر گئی ہے اور اب ہمارے بُرے دن آ گئے ہیں۔ پس اُس صندوق کا واپس آنا اس قوم کے لئے بڑی تقویتِ قلب کا موجب تھا اور یہ ایک ذریعہ تھا جس سے ان کی ٹوٹی ہوئی ہمتیں پھر بندھ سکتی تھیں۔

''آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرّکات'' جو اس صندوق میں رکھے ہوئے تھے، اُن سے مراد پتھر کی وہ تختیاں ہیں جو طورِ سینا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی تھیں۔ اس کے علاوہ تورات کا وہ اصل نسخہ بھی اس میں تھا، جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود لکھوا کر بنی لاوی کے سپرد کیا تھا۔ نیز ایک بوتل میں من بھر کر اس میں رکھ دیا گیا تھا۔ تا کہ آئندہ نسلیں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کریں جو صحرا میں اُس نے اُن کے باپ دادا پر کیا تھا اور غالباً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ عصا بھی اس کے اندر تھا، جو خدا کے عظیم الشان معجزات کا مظہر تھا''۔

(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۱۸۹)

تابوت سکینہ کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے، اس میں تمام پیغمبروں کی شبیہیں اور گھروں کے نمونے تھے۔ حضرت آدمؑ نے حضرت شیثؑ سے نور محمدی ﷺ کی حفاظت کے لیے ایک عہد نامہ تحریر کروایا

Marfat.com

تھا، وہ اس میں محفوظ کیا گیا تھا۔ نسل در نسل ہوتا تابوت سکینہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ اس میں تبرکات رکھے جاتے، اس میں تورات کی تختیاں، حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نعلین مبارک اور لباس، من وسلویٰ کے دور کی بچی ہوئی ترنجبین اور چند کلمات محفوظ تھے جو پریشانی کے عالم میں پڑھے جاتے تھے۔ تین گز طول اور دو گز عرض پر محیط، تابوت سکینہ کو برکت کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دوران جنگ آگے رکھتے اور فتح یاب ہوتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی بداعمالیوں کے نتیجے میں یہ صندوق ان سے چھینا گیا۔ قوم عمالقہ کے قبضہ میں تابوت آیا لیکن وہ اس کے اہل نہ تھے۔ بت خانے میں رکھا تو ان کے بت تباہ و برباد ہونے لگے۔ آدمی مرنے لگے۔ یکے بعد دیگرے پانچ شہر تباہ ہوئے تو خوف زدہ ہو کر بیل گاڑیوں پر لاد کر بیلوں کو ہنکا دیا گیا۔ تابوت حضرت شموئیلؑ تک پہنچا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے بیت المقدس میں نہایت حفاظت سے رکھا۔ ان کی وفات کے بعد، بیت المقدس کی تباہی کے دوران دوسرے ساز و سامان کے ساتھ اسے بھی لوٹ لیا گیا۔

بیت المقدس کے دیگر اہم مقامات کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

قبتہ الصخرہ۔ خانہ کعبہ اور گنبدِ خضریٰ کے بعد اس زمین پر مسلمانوں کے لیے مقدس ترین مقام ہے۔ اس چٹانی مقام سے کئی روایات وابستہ ہیں۔ ایک یہ کہ ظہور حضرت آدمؑ سے دو ہزار سال قبل فرشتے اس کا طواف کر چکے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد آپؑ کی کشتی یہاں آ کر ٹھہری تھی۔ بعض کے نزدیک یہ زمین کا

Marfat.com

حصہ نہیں بلکہ جنت سے بھیجی ہوئی چٹان ہے اس لیے بیت الجنت بھی کہلاتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قیامت کے روز صورِ اسرافیل اسی مقام سے پھونکا جائے گا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں یہودی یہاں قربانیاں دیا کرتے تھے اور آسمان سے برسنے والی آگ اسے جلا کر راکھ کر دیتی تھی، جو اسی امر کی علامت تھی کہ قربانی قبول ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں یہ بارہ ہزار ہاتھ بلند تھا۔ صندل کی لکڑی سے بنے ہوئے اس معبد میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے لعل و زمرد اور یاقوت جڑوائے تھے، جو بعد ازاں بختِ نصر کے ہاتھوں پامال ہوئے۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ ایک مدت تک صخرہ ہی کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ کے حکم پر انھوں نے مسجد الحرام کو اپنا قبلہ بنالیا۔

مغارۃ الارواح، اسی چٹان کے نیچے ایک غار ہے۔ جہاں کہا جاتا ہے کہ حضرت زکریاؑ کی قبر بھی ہے۔ یہاں ایک کنواں بھی تھا جسے بعد ازاں بند کر دیا گیا۔ مختلف انبیا مثلاً حضرت خضرؑ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی جائے عبادت کو محرابوں سے مخصوص کیا گیا ہے۔ مقام النبی وہ جگہ ہے کہ جہاں آپ ﷺ نے نوافل ادا کیے۔ موئے مبارکؑ اور نقش پائے مبارک بھی یہاں محفوظ ہیں۔

قبۃ السلسلہ، حرم شریف کے وسط میں اونچا چبوترہ۔ مشرق میں مقامِ عبادت خضرؑ۔ شمالی جانب قبۃ النبی اور مقام جبرائیلؑ اور چٹان کے برابر میں قبۃ المعراج ہے۔

مہد مسیح، عہد قدیم سے یہاں ایک پنگوڑا زمین میں گڑا ہے جو حضرت عیسیٰؑ

Marfat.com

کا پنگوڑا کہلاتا ہے۔اس کے جنوب میں اصطبل سلیمان علیہ السلام ہے۔کرسی سلیمان علیہ السلام ایک بلند چٹان کی صورت میں موجود ہے۔سلیمان علیہ السلام کا مصلے وہ مقام ہے کہ جہاں تعمیر ہیکل کے دوران میں آپ فیصلے فرماتے تھے اور عبادت کیا کرتے تھے۔

روضۂ سلیمان علیہ السلام، جالی دار کھڑکیوں والا وہ کمرہ جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام مدفون ہیں۔

دیوار براق، وہ مقام کہ جہاں معراج کی شب آپ ﷺ نے براق باندھا تھا۔

دیوارِ گریہ کے متعلق یہودیوں کا خیال ہے کہ وہ ہیکل سلیمانی کی باقیات میں سے ہے وہ یہاں آ کر گریہ وزاری کرتے ہیں۔

بیت المقدس میں ایک مقام ایسا بھی ہے کہ جس کا تحریکِ پاکستان سے براہ راست تعلق ہے۔

مسجدِ صخرہ کے سامنے مغرب کی طرف ایک بند کمرے میں، مزار مولانا محمد علی جوہر ہے۔

جنوں کے ہاتھوں تعمیر کرائے گئے بیت المقدس کی ناقدری و پامالی انسانوں کے ہاتھوں کیسے کیسے ہو رہی ہے یہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

قاضی بدرالدین شبلی حنفی کی تحقیق کے مطابق جنات سے خدمت لینے کا کام سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے باذن اللہ بطورِ معجزہ کے کیا ہے۔

Marfat.com

احاطہ حرم کی زیارتیں

۱۔قبۃ الصخرۃ ۲۔قبۃ السلسلہ ۳۔قبۃ المعراج ۴۔قبۃ النبی ۵۔قبۃ الارواح ۶۔ قبۃ الخضرؑ المیجا ۷۔ قبۃ سلیمانؑ ۸۔ کھلا منبر ۹۔ تخت سلیمانؑ ۱۰۔ مہد عیسیٰؑ ۱۱۔ اصطبل سلیمانؑ ۱۲۔ مسجد الاقصیٰ ۱۳۔ باب النبیؐ ۱۴۔ باب المغاریہ ۱۵۔ باب السلسلہ ۱۶۔ باب المطارہ (بارش) ۱۷۔ باب القطانین ۱۸۔ باب الحدید ۱۹۔ باب المناظر ۲۰۔ باب الزوایا ۲۱۔ باب الغواز ۲۲۔ باب السقر ۲۳۔ باب التوبہ ۲۴۔ باب الاسباط ۲۵۔ باب الذہب ۲۶۔ باب القدیم ۲۷۔ اکہرا دروازہ۔ ۲۸۔ تہرہ دروازہ ۲۹۔ دوہرہ دروازہ ۳۰۔ ۱۹۱۸ء قبل ترک افواج کا مستقر ۳۱۔ یہودیوں کا مقام گریہ۔

(بشکریہ، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص۔۴۰۹)

باب حطہ، بیت القدس کا وہ دروازہ ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں کی استغفار کے لیے اس مسجد میں آتا ہے، اسی دروازے سے داخل ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دروازے سے داخلہ گناہوں سے پاک ہونے کا سبب ہے۔

حضرت کعب الأحبار فرماتے ہیں کہ چار انبیا زندہ ہیں حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام زمین پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر حیات ہیں، ایک روایت کے مطابق حضرت خضر علیہ سلام اور حضرت الیاس علیہ السلام ماہ رمضان میں بیت المقدس میں روزے رکھتے

Marfat.com

اور عبادت کرتے ہیں، لیکن انھیں شناخت کرنے کا کسی کو شعور نہیں۔

مکاشفہ کے مطابق، حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام زندہ نہیں لیکن زندہ انسانوں کی شکل میں ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں۔

Marfat.com

وفات

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات بھی ان کی زندگی کی طرح عمومی انداز لیے ہوئے نہ تھی۔ انھوں نے نہایت فعال زندگی گزاری اور آخری سانسوں تک مصروف عمل رہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ملک الموت کی آمد کے بعد بھی آپ اپنے فرائض کی انجام دہی میں مشغول رہے تو کچھ غلط نہیں۔ دین اور دنیا ساتھ ساتھ اسلام اسی کا درس دیتا ہے کہ ترکِ دنیا یا رہبانیت اسلام میں ممنوع ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ بھی تھے اور پیغمبر بھی۔ دونوں ذمہ داریاں ہمیشہ بطریق احسن پوری کیں۔ پیغام اجل آیا اس وقت بھی آپ عصا زیر زنخداں رکھے عبادت میں مصروف تھے اور ساتھ ہی ساتھ ہیکل سلیمان کی تعمیر میں مصروف سرکش جنوں کی نگرانی بھی کر رہے تھے۔ اسی حالت میں آپؑ کی روح اس جسدِ خاکی سے عالم بالا کی جانب سفر کرتی ہے۔

لیکن یوں کہ آپؑ کا جسم عصا کے سہارے اسی طرح موجود رہتا ہے۔ جن آپ کو مصروف عبادت محسوس کرتے ہیں اور اپنے تفویض کردہ فرائض بڑی مستعدی سے انجام دیتے رہتے ہیں۔ جن غیب کا حال نہ جانتے تھے۔ حتیٰ کہ سامنے کی بات

Marfat.com

بھی ان پر واضح نہ ہو سکی، اگر انھیں وقت پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا علم ہو جاتا تو تعمیر رک جاتی۔ وہ بھاگ اٹھتے کیونکہ اپنی تمام تر سرکشی کے باوجود وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہ رکھتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے رعب ودبدبہ کی وجہ سے جن انھیں آنکھ بھر کر دیکھ نہ سکتے تھے۔ پھر باہر سے وہ اپنے عصا کے سہارے جمے ہوئے عبادت میں مشغول دکھائی دیتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زندہ سمجھ کر سال بھر تک کام میں مصروف رہے۔ بیت المقدس کی تعمیر کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے گھن کے کیڑے کو عصا پر مسلط کر لیا۔ دابتہ الارض یعنی اس دیمک نے لکڑی کو کھوکھلا کر دیا۔ عصا گری تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسد خاکی بھی زمین پر آ رہا۔ یوں وہ جنات جو غیب کا علم جاننے کا دعویٰ کرتے تھے۔ سال بھر تک مشقت میں پڑے رہے۔

موت کی مدت معلوم کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ایک لکڑی پر دیمک چھوڑی گئی ایک دن اور رات میں دیمک نے جتنی لکڑی کو کھا لیا اس سے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ پوری عصا کو کھوکھلا کرنے میں انھیں ایک سال لگا ہوگا۔

اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ملک الموت نے آ کر اطلاع دی کہ بس یہی چند ساعتیں باقی رہ گئی ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی خیال سے کہ جن اس تعمیر کو نامکمل حالت میں نہ چھوڑ دیں اور پھر نہ جانے کون کب اسے مکمل کرائے۔ آپؑ نے جنوں کو شیشے کا ایک کمرہ بنانے کا حکم دیا اور خود اس بے در کے کمرے میں بند ہو کر اپنی عصا کے سہارے کھڑے ہو کر

Marfat.com

عبادت میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں آپؑ کی روح پرواز کر گئی۔ تقریباً ایک سال تک آپؑ یونہی کھڑے رہے۔ جن انھیں مصروف عبادت سمجھ کر مصروف کار رہے۔ ادھر تعمیر مکمل ہوئی۔ ادھر عصا کو دیمک نے چاٹ کر خاک کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام زمین پر گر گئے۔ تب جنوں کو ہوش آیا کہ وہ تو عرصہ ہوا انتقال کر چکے تھے پھر خواہ مخواہ اتنی صعوبت اٹھائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عادت تھی کہ آپؑ اکثر سال دو سال کے لیے بیت المقدس میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ آخری مرتبہ بھی آپ بیت المقدس میں عبادت میں مصروف تھے۔ روزانہ صبح ایک درخت اگتا۔ آپ اس سے اس کا نام اور فوائد دریافت فرماتے۔ وہ اپنے خصائص اور نام بتایا کرتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے کام لیتے۔ ایک روز ایک درخت نمودار ہوا جس نے اپنا نام خروبہ بتایا اور کام یہ بتایا کہ مسجد کی ویرانی میرا مقصد ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میرے جیتے جی تو یہ مسجد ویران نہ ہو گی۔ آپؑ نے اسے ایک ویرانے میں لگا دیا۔ صحن مسجد میں خود عصا کے سہارے عبادت میں مشغول ہو گئے اور دعا مانگی کہ خدایا میری موت کی خبر جنات پر ظاہر نہ ہونے دے تاکہ انسانوں کو یقین ہو جائے کہ جنوں کا علم غیب جاننے کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعا قبول کی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت سے انسانوں نے جان لیا کہ جن غیب کا علم نہیں جانتے ورنہ وہ اتنی مشقت کیوں سہتے۔

اور یہ بھی معجزہ ہی ہے کہ آپ کی وفات کے ایک سال بعد تک جن اس

Marfat.com

خیال سے کہ آپؑ ان کی نگرانی کر رہے ہیں، تعمیر میں مصروف رہے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ ظاہر ہے عمارت بڑی تھی، عظیم الشان تھی۔ اصل تعمیر مکمل ہونے کے بعد بھی عرصہ تک کوئی نہ کوئی کام نکل آتا ہے جسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔ آپؑ کی وفات کے ایک برس بعد تک جن انھیں کس قدر نامکمل کاموں کو مکمل کرتے رہے ہوں گے۔

امام نسائیؒ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت سلیمانؑ تعمیر سے فارغ ہوئے تو خدا کی بارگاہ میں جو دعائیں کیں وہ مقبول ہوئیں۔

''بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہونے پر سلیمان علیہ السلام نے بطور شکرانہ کے بارہ ہزار گائیں، بیل اور بیس ہزار بکریوں کی قربانی کر کے لوگوں کو دعوت عام دی اور اس دن کی خوشی منائی اور صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگیں۔

''یا اللہ آپ نے ہی مجھے یہ قوت اور وسائل عطا فرمائے جن سے تعمیر بیت المقدس مکمل ہوئی تو یا اللہ مجھے اس کی بھی توفیق دیجیے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں اور مجھے اپنے دین پر وفات دیجیے اور ہدایت کے بعد میرے دل میں کجی نہ ڈالیے، جو شخص اس مسجد میں داخل ہو میں اس کے لیے پانچ چیزیں مانگتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ جو گنہگار توبہ کرنے کے لیے اس مسجد میں داخل ہو تو آپ اس کی توبہ قبول فرمائیں..... خوف و خطر سے بچنے کے لیے داخل ہو آپ اس کو امن دے دیں..... جو بیمار

Marfat.com

ہو اس کو شفا عطا فرمائیں..... جو فقیر داخل ہو اس کو غنی کر دیں..... جو اس میں داخل ہو آپ اپنی نظر عنایت اس پر رکھیں۔"

(معارف القرآن جلد ہفتم ص۔۲۷۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدا کے عطا کردہ علم و حکمت، بادشاہت نبوت کی بنا پر قوم یہود کی کایا پلٹ دی اور ان کے تدبر سے ایک عظیم الشان عبرانی مملکت کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکمرانی میں بلاشبہ یہودیوں کا یہ عہد، عہدِ زریں کہلایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں یہودی سلطنت کی وسعت، استحکام و پائداری اور عظمت عروج پر تھی۔ اسی عہد میں "ہیکل" تعمیر کیا گیا جو فنِ تعمیر کا ایک عظیم الشان نمونہ تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں صرف فولاد ہی نہیں دیگر دھاتوں کی صنعتوں نے بھی بہت ترقی کی۔ چنانچہ ایلا میں تانبا پگھلا کا ایک بہت بڑا کارخانہ قائم ہوا۔

چالیس سالہ دورِ حکومت کے بعد ۹۷۵ ق۔م میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ اسرائیلی سلطنت دو حصوں میں منقسم ہوئی۔ آپس کی چپقلش، خود غرضیوں اور عاقبت نااندیشیوں نے قوم یہود کو منتشر کر کے رکھ دیا۔

وفات کے وقت آپؑ کی عمر ۵۳ سال سے کچھ اوپر تھی۔ آپ نے تیرہ برس کی عمر میں عنانِ حکومت سنبھالی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اور آپ ﷺ کی ولادت کے درمیان ایک ہزار سات سو یا ایک ہزار چار سو سال کا فاصلہ ہے۔

آپؑ پر اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں کی فراوانی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ

Marfat.com

آپؑ خدا کے شکر گزار بندوں میں سے تھے۔

''اے مرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کیں اور اس بات کی توفیق دے کہ میں ایسے اچھے اعمال کروں جو تیری رضا کا باعث ہوں اور مجھے اپنی رحمت کے ساتھ اپنے نیکوکار بندوں میں داخل کر دے۔''

(۱۹:۲۷)

اس عظیم الشان سلطنت شاہانہ کروفر اور نبوت کے اعجاز کے بے شمار انعامات و کرامات سے مالا مال ہونے کے باوجود اور اس اجازت کے باوصف اس دولت کے صرف کرنے کے سلسلے میں آپؑ سے کوئی پُرسش نہ ہوگی، حضرت سلیمان علیہ السلام سلطنت کا ایک پیسہ بھی اپنی ذات پر صرف نہ کرتے بلکہ اپنی گزر بسر کے لیے ٹوکریاں بنا کر فروخت کرتے۔

یہ شان ایک نبی کی ہوسکتی ہے کسی دنیادار بادشاہ کی نہیں۔

Marfat.com

کتابیات

۱۔ انبیائے کرام، ابوالکلام آزاد، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز۔

۲۔ انوارالقرآن، ڈاکٹر غلام مرتضٰی، سروسز بک کلب، ۱۹۹۸ء۔

۳۔ تفسیر ابنِ کثیر، علامہ ابنِ کثیر، کراچی، نور محمد کارخانہس تجارت، آرام باغ۔

۴۔ تفسیر فی ظلال القرآن، سید قطب شہید، مترجم میاں منظور احمد، لاہور، اسلامی اکادمی، اردو بازار۔

۵۔ شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا، سید قاسم محمود، لاہور، مکتبۂ شاہکار، ۷۷۔۱۹۷۶ء۔

۶۔ قصص الانبیا، مولانا عبدالعزیز ہزاروی، لاہور، مکتبہ العلم، سن ندارد۔

۷۔ قصص الانبیا، مولانا غلام نبی بن عنایت اللہ راجپوری، کتب خانہ شانِ اسلام لاہور، سن ندارد۔

۸۔ قصص القرآن (حصہ دوم) مولانا محمد حفیظ الرحمٰن سیوہاروی، کراچی، دارالاشاعت مولوی مسافرخانہ، اردو بازار۔

۹۔ قرآنِ کریم ترجمہ وتفسیر، مولانا محمد جوناگڑھی / صلاح الدین یوسف، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس۔

۱۰۔ معارف القرآن (جلد ہفتم، ہشتم) مولانا محمد شفیع، کراچی، ادارہ المعارف ۱۹۸۳ء۔

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام

ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ

Marfat.com